إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ | عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا

ٹیلیفون نمبر ۹۱ | رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

الفضل

قادیان دارالامان

خلیفۃ المسیح ... ایڈیٹر

شرح چندہ پیشگی [illegible]

قیمت ایک آنہ | تار کا پتہ الفضل قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

THE DAILY ALFAZL QADIAN.

85

جلد ۲۷ | ۷ رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ | یوم شنبہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۹ء | نمبر ۲۴۲

خطبہ جمعہ

ٹیریٹوریل فوج میں جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کی بھرتی کی اہمیت

موجودہ جنگ میں حکومت برطانیہ سے تعاون کرنے کے متعلق بعض شبہات کا ازالہ

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۹ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
دوستوں کو معلوم ہے۔ کہ گزشتہ چند دنوں سے "الفضل" میں میری طرف سے ایک اعلان

ٹیریٹوریل فوج میں جماعت کے نوجوانوں کی بھرتی

کے متعلق شائع ہو رہا ہے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ جماعت کے نوجوانوں میں فوجی کام کی طرف سے بددلی پائی جاتی ہے۔ اور وہ اس کام میں حصہ لینے سے جی چراتے ہیں۔ لیکن اس اعلان کے بعد جماعت میں جو اس کے جواب میں رو چلی ہے۔ وہ یا تو اس خیال کی تردید کرتی ہے۔ اور یا پھر اس اعلان کے اثر کے ماتحت جماعت میں یہ بیداری پیدا ہوئی ہے۔ بہرحال سینکڑوں نوجوانوں نے اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہے۔ اور بہت سے نوجوان ابھی تک اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں۔

اس خدمت میں جو فوائد ہیں۔ وہ عام طور پر ہماری جماعت کی نگاہوں سے مخفی ہیں۔ اس لئے کہ

ہماری جماعت ایک تبلیغی جماعت ہے۔

اور فوجی قسم کے کام اس کے سامنے نہیں آتے۔ لیکن ایک ایسی قوم جس کے متعلق یہ مقدر ہے۔ کہ اللہ تعالٰے نے اسے ایک دن

ساری دُنیا کی حکومتیں

سونپ دینی ہیں۔ وہ اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ اور جب تک اسے ابھی سے ایک خاص رنگ کی ٹریننگ نہ دی جائے۔ وہ وقت پر کام کی اہل ثابت نہیں ہو سکتی۔

یہ اللہ تعالٰے کا فضل ہے۔ کہ گو ہمارے پاس حکومت نہیں۔ اور نہ ہمارے پاس ایسے سامان ہیں۔ جن سے کام لے کر ہم اپنے نوجوانوں کو فوجی تعلیم دلوا سکیں۔ پھر بھی اس نے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ کہ ہماری جماعت کے نوجوان آسانی سے فوجی کام سیکھ سکتے ہیں۔ اور اس طرح

جُرأت اور بہادری کی رُوح

ان میں قائم رہ سکتی ہے۔ یہ نہیں کہنا چاہیئے۔ کہ جس دن تمہیں حکومتیں ملینگی۔ اس دن شام کو تو تم ایسی حالت میں ہو گے۔ کہ تم مولوی ہو گے۔ اور صبح اُٹھو گے۔ تو تم جرنیل بنے ہوئے ہو گے۔ یہ اللہ تعالٰے کی سنت اور اس کے طریق کے بالکل خلاف ہے اگر تم شام کو کرنیل ہونے کی حیثیت میں سو گے تو تمہارے متعلق یہ امید کی جا سکتی ہے۔ کہ جب تم صبح اٹھو۔ تو تم جرنیل بنا دیئے جاؤ۔ یا ایک شخص شام کو سپاہی کی حیثیت میں سوئے۔ اور صبح اٹھے۔ تو نائک بنا دیا جائے۔

دشمن سے لڑتے پھریں ہم تو یہیں بیٹھے ہیں بلکہ یا رسول اللہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے اور کسی دشمن کو اس وقت تک آپ کے پاس پہنچنے نہیں دیں گے۔ جب تک کہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گذرے۔ اب صحابہ نے یہ نہیں کہا کہ ہم کیوں لڑیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس قسم کے

وعدے تدبیر کامل کے بعد پورے ہوا کرتے ہیں

پھر اسی لڑائی میں باوجود کامیابی کے وعدہ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور اتنی دعا کی کہ آخر آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے کہ اے خدا مسلمانوں کی تھوڑی سی جماعت اس وقت دشمن کی ایک کثیر جماعت کے مقابلہ میں ہے۔ اے اللہ اگر یہ لوگ بھی مارے گئے تو پھر دنیا میں تیرا نام لینے والا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ فقرہ سنا تو انہیں جیسا اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا خدا کا ہم سے یہ وعدہ نہیں کہ ہم فتح پائیں گے۔ آپ نے فرمایا بے شک خدا کا یہ وعدہ ہے کہ وہ ہمیں فتح دیگا مگر خدا غنی بھی ہے اور بندے کا پھر بھی یہی کام ہے کہ وہ دعا میں لگا رہے۔ پس باوجود کامیابی کے وعدوں کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تدبیریں بھی کیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں بھی کیں اور کس سوز اس درد اور اس گھبراہٹ کے ساتھ کیں کہ آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے کہ اے خدا اگر آج تیری یہ جماعت ماری گئی۔ تو

فلن تعبد فی الارض ابدا

زمین میں تیری کبھی پرستش نہیں ہوگی تو کیا ہمارے ساتھ جو وعدے ہیں وہ ان وعدوں سے زیادہ اہم ہیں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے گئے تھے۔ زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ان ہی وعدوں کا یہ تسلسل ہے مگر ان وعدوں کے متعلق ہمیں یہ دکھائی دیتا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے بڑی بڑی قربانیاں کیں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ مدینہ اگر ابوجہل کے قبضہ میں آ گیا تو پھر بھی ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ اللہ ہماری حفاظت کریگا۔ باقی رہا یہ سوال کہ میں نے کہا ہے۔ اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں جو اسلام کی اشاعت کے منافی ہوں تو میں ایسے حالات میں موت کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ اس کے متعلق جو معترض کو شبہ ہوا ہے تو شاید اس کی یہ وجہ ہے کہ اس نے خیال کیا ہے کہ میرا اس سے یہ مطلب ہے کہ میں اس موقعہ پر خودکشی کر لونگا اگر یہی شبہ کی وجہ ہے تو یہ وسوسہ صرف

معترض کی دماغی کیفیت

کو ظاہر کرتا ہے۔ ہر شخص فقرہ کا مفہوم اس کے عقیدہ کے مطابق ہوتا ہے۔ موت کے ایک معنے بے شک خودکشی کے بھی ہیں مگر جب ایک مسلمان کے نزدیک خودکشی کرنا بالکل ناجائز ہے تو جب وہ یہ کہیگا کہ میں فلاں بات سے موت زیادہ پسند کرتا ہوں تو لازماً اس موت کا خودکشی کے علاوہ کوئی اور مفہوم ہوگا اور اس کے معنے وہی لئے جائیں گے جو قائل کے نزدیک جائز اور درست ہونگے۔

دوسرے معنے موت کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم ایسے حالات میں دعا کریں گے کہ یا الٰہی ہمیں مار دے۔ مگر یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ جس طرح خودکشی کرنا حرام ہے۔ اسی طرح اسلام میں موت کی دعا کرنا بھی منع ہے۔

تیسرے معنے اس قسم کے فقرے کے یہ ہو سکتے ہیں کہ ایسے حالات کے پیدا ہونے پر

ہم اپنے آپ کو موت کے خطرہ میں ڈال دیں گے

اور یہی معنے اسلام میں جائز اور درست ہیں۔ پس اس نوجوان کو کیوں یہ وہم پیدا ہوا کہ میں خودکشی کا ارادہ رکھتا ہوں یا ایسے حالات کے پیدا ہونے پر میں دعا کرونگا کہ خدا مجھے مار ڈالے۔ مومن کا کام یہ ہے کہ جب اس قسم کے حالات پیدا ہو جائیں وہ عواقب کا لحاظ کئے بغیر مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے اور پھر خدا کا حکم چاہے تو اسے موت دیدے اور چاہے تو اسے فتح دے بہرحال اپنی طرف سے وہ موت کے خطرہ میں کود پڑے۔ پس جب میں نے کہا کہ میں اپنے لئے اور اپنی جماعت کے دوستوں کے لئے ان حالات سے موت زیادہ پسند کرتا ہوں تو اس کے یہی معنے تھے کہ ہم اس وقت اپنے آپ کو اس مقام پر کھڑا کر دیں گے جس مقام پر کھڑا ہونا دنیا کے نزدیک موت ہو اور وہ یقین کرے کہ اب ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ لیکن یاد رکھو جب کوئی قوم موت کے لئے تیار ہو جاتی ہے تو وہی وقت ہوتا ہے جب موت اس پر حرام کر دی جاتی ہے۔ میں نے تو اس کی مثال بھی دی تھی اور کہا تھا کہ ایک قوم تھی جسے خدا نے کہا۔ موتوا۔ یعنی مر جاؤ اور جب وہ موت کے لئے تیار ہو گئی تو اللہ تعالےٰ نے اسے زندہ کر دیا۔ اس موت کے یہ معنے نہیں کہ ان لوگوں نے خودکشی کر لی تھی یا موت کے لئے انہوں نے دعا مانگنی شروع کر دی تھی بلکہ یہ معنے ہیں کہ وہ نڈر ہو کر اور

عواقب سے بے پرواہ ہو کر

خدا تعالےٰ کے دین کی مدد اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب ہم مر جائینگے مگر خدا تعالےٰ کے دین کو زندہ کر کے رہیں گے۔ اور دراصل یہی وہ وقت ہوتا ہے جب لولے لنگڑے بہرے کانے چھوٹے بڑے اور مضبوط اور کمزور سب کا فرض ہوتا ہے کہ وہ مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ عام حالات میں صرف اتنا کافی ہوتا ہے کہ

قوم کے مضبوط نوجوان حفاظت کے لئے آگے بڑھیں

لیکن اگر ایسی قوم حکمران ہو جائے جو جبری طور پر دہریت اور کفر والحاد کو پھیلائے اور مذہب کی اشاعت پر پابندیاں عائد کر دے۔ اور تبلیغ کو روک دے تو اس وقت ہر شخص کا خواہ وہ لولا ہے یا لنگڑا اندھا ہے یا سوجاکھا۔ مضبوط ہے یا کمزور۔ بیمار ہے یا تندرست فرض ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو قربان کر دے اور مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑا ہو پھر اگر اس کے لئے موت مقدر ہے تو مر جائے اور اگر فتح مقدر ہے تو فتح پا کر گھر لوٹے مثلاً موجودہ جنگ ہی ہے اگر اس جنگ کے متعلق وہی حالات ظاہر ہوں جن کا مجھے خطرہ ہے تو ایسی صورت میں یہ کوئی سوال نہیں ہوگا کہ انگریز کیا کہتے ہیں۔ اگر انگریز ایسے دشمنوں سے صلح بھی کر لیں تو مومنوں کا فرض ہوگا کہ وہ جنگ جاری رکھیں یا اس ملک کو چھوڑ دیں۔ جس میں ایسے حالات پیدا ہو گئے ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یقینی بات ہے کہ چونکہ

احمدیت کی فتح کے متعلق خدا تعالےٰ کے وعدے

ہیں اس لئے اگر قوم کی قوم تباہ اور ہلاک ہونے کے لئے تیار ہو جائے تو اس کے بعد خدا یہ ارادہ کرے گا کہ میں تم کو مرنے نہیں دونگا۔ موت تبھی آتی ہے جب خدا کسی کے لئے موت پسند کرتا ہے اور جہاں خود اپنے لئے موت کو پسند کرنا تو موت کا نہیں بلکہ زندگی کا پیش خیمہ ہے چنانچہ خدا تعالےٰ کا کلام بتاتا ہے کہ اگر تم اپنے لئے موت پسند کرو تو میں تمہارے لئے حیات پسند کرونگا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر اسلام پر کوئی ایسا نازک وقت آ جائے جب اس کی تبلیغ کو روک دیا جائے اس کی اشاعت کو بند کر دیا جائے اور اس کو پھیلانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا جائے۔ اور اسلام کی بجائے دہریت اور کفر والحاد کو فروغ دیا جائے تو میں یقیناً اپنے لئے اپنے عزیزوں اور دوستوں کے لئے اور اپنی تمام جماعت کے افراد کے لئے موت زیادہ پسند کروں گا بلکہ میں اس سے بھی زیادہ الفاظ کہتا۔ مگر شاید ان لوگوں کے نزدیک جن کے دلوں میں کامل ایمان نہیں وہ مبالغہ میں داخل سمجھے جائیں۔ لیکن یاد رکھو ہمیشہ ایسے موقع پر ہی جب مومن اپنے لئے موت کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔

خدا تعالیٰ ان پر موت کو حرام کر دیتا ہے

افراد بے شک مارے جا سکتے ہیں۔ زید

عورتوں اور بچوں کے لئے

احمدیت کی پہلی کتاب (با تصویر)

مؤلفہ ایم۔ ایس اکرم

(منظور کردہ نظارت تالیف و اشاعت قادیان)

مدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ کہ احمدی مستورات اور بچوں کے لئے کوئی ایسا ابتدائی کورس ہونا چاہیئے۔ جو زبان اور طرز بیان کے لحاظ سے بہت آسان ہو۔ سو خدا کے فضل سے احمدیت کی پہلی کتاب اسی رنگ میں لکھی گئی ہے۔ اس میں احمدیت کے مسائل کو چھوٹے چھوٹے سبقوں میں آسان اور عام فہم طریق پر درج کیا گیا ہے۔ اور یہ کتاب بالکل ابتدائی استعداد رکھنے والے بچوں اور عورتوں کے لئے ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل خصوصیات قابل ذکر ہیں۔ **اول**:۔ یہ کتاب جدید طریقہ تعلیم کے مطابق لکھی گئی ہے ہر سبق کے آخر میں چند سوالات درج کر دیئے گئے ہیں **دوم**:۔ زبان صاف۔ سادہ اور عام فہم ہے اور لطف یہ ہے کہ احمدیت کے خاص مسائل کو نہایت عمدگی سے بچوں کے ذہن نشین کیا گیا ہے۔ مشکل مسائل جو بچوں سے تعلق نہیں رکھتے انہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔ **سوم**:۔ قادیان۔ سالانہ جلسہ تبلیغ کا شوق بچوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ **چہارم**:۔ حضرت امیر المومنین سے ملاقات اور تحریک جدید کی اہمیت کو بتایا گیا ہے۔ **پنجم**:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس کلام سے آسان آسان اقتباس نظم و نثر کے درج کئے گئے ہیں **ششم**:۔ کہانی ہی کہانیوں میں بچوں کے اندر احمدیت کی روح پھونکنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی اخلاقی اسباق بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔ **ہفتم**:۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے کچھ تصویریں بھی لگا دی ہیں۔ مثلاً منارۃ المسیح ہائی سکول۔ ریلوے سٹیشن۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ نماز کی مختلف شکلیں مختلف سواریاں جو ریل سے پہلے قادیان میں جاری تھیں۔ غرض کتاب ہر لحاظ سے مفید اور دلچسپ ہے لکھائی اور چھپائی اعلیٰ قسم کی کاغذ اول درجے کا دیکھتے ہی طبیعت خوش ہو جاتی ہے قیمت صرف ۴؁

ملنے کا پتہ :۔ **قاسمیہ کتابت ہوس ریلوے روڈ جالندھر شہر**

قادیان میں رہائش رکھنے والوں کیلئے خوشخبری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صدر انجمن احمدیہ نے اپنا ایک پختہ مکان واقعہ محلہ دار الفضل قادیان فروخت کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ خریداران کی آگاہی کے لئے تفصیلات درج ذیل ہیں۔

محلہ دار الفضل قادیان میں ایک پختہ دو منزلہ مکان جو قریباً ۔ امرلہ کے رقبہ میں ہے۔ نچلی منزل میں دو رہائشی کمرے ایک بیٹھک۔ ایک دکان باورچی خانہ وبرآمدہ ہائے دیوڑھی دو ٹ حصہ چاہ آبنوشی ہے۔

منزل بالائی میں ایک چوبارہ باورچی خانہ وصحن سفید وغلکہ آب نوشی ہے۔ اس مکان میں ہوا پانی اور بجلی کا خاطرخواہ انتظام ہے۔ یہ مکان آبادی کے اندر محفوظ جگہ پر اور سالانہ جلسہ گاہ کے قریب ہے۔ دو خاندان اس میں رہائش رکھ سکتے ہیں۔ تجارتی اغراض کو مد نظر رکھتے ہوتے ۹۔ ۱۰ روپے کرایہ بھی مل سکتا ہے اس قسم کا مکان اگر بنوایا جائے تو اڑھائی تین ہزار روپیہ خرچ کا اندازہ ہے ضرورت مند اصحاب فوراً اطلاع دیں۔ صیغہ جائداد کو چونکہ روپے کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے یہ مکان نقد قیمت ادا کرنے کی صورت میں مبلغ -/۲۰۰۰ روپے میں فروخت کر دیا جائے گا۔ رجسٹری کرانے کی صورت میں خرچ رجسٹری بذمہ خریدار ہوگا۔

ناظم جائداد صدر انجمن احمدیہ قادیان

ویدک یونانی دواخانہ لمیٹڈ واقع لال کنواں دہلی کی قابل نازش ادویہ!

استعمال کے بعد تجربہ ہمارے اشتہار کی صحت کا صحیح اور صدق گواہ ہوگا!

حب جواہرات عنبری } یہ وہ دوا ہے جو مایوس العلاج مریضوں کے لئے بھی مسیحائی کا اثر رکھتی ہے۔ ایک صاحب نے اسے استعمال کرنے کے بعد لکھا تھا :میں پہلے زندہ رہنے کا حق نہ رکھتا تھا۔ مگر اب اس کے استعمال سے زندہ رہنے کے قابل ہو گیا ہوں " یہ گولیاں خصوصیت سے حرارت غریزی بڑھاتی ہیں تمام اعضاء رئیسہ یعنی دل و دماغ معدہ و جگر اور گردوں وغیرہ کو نمایاں طاقت بخشتی ہیں۔ ترکیب استعمال :۔ پانچ بجے شام ایک گولی دودھ کے ہمراہ کھائیں۔ حسب دانشت مقوی و مرغن غذائیں استعمال کریں قیمت چالیس گولی پانچ روپے۔

لبوب کبیر } یہ لبوب اعلیٰ درجہ کا مقوی اعصاب و گردوں کے نقص نسل کی اصلاح کے لئے خاص مرکب ہے۔ خون بکثرت پیدا کرتا ہے اور بدن کو فربہ و موٹا تازہ بناتا ہے۔ قیمت فی تولہ تین آنے۔ ترکیب استعمال چھ ماشہ دودھ کے ہمراہ روزانہ استعمال کریں۔

اولاد نرینہ } واقعات شاہد ہیں کہ حکماء کی تجویز کی ہوئی ادویہ کے ذریعہ لڑکے کی پیدائش یقینی امر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دواخانہ ہذا نے انہی زریں کلیات کے ماتحت یہ ایک ایسی دوا تیار کی ہے۔ کہ حسب ہدایات اس کے استعمال کرنے سے لڑکا پیدا ہوگا۔ ترکیب استعمال :اسل دوا کی ایک خوراک حمل قرار پاتے ہی حاملہ کو کھلا دینی چاہیئے۔ اور اسی حساب سے آٹھ خوراکیں ہر ماہ کے اختتام پر استعمال کی جائیں گی۔ قیمت مکمل خوراک دس روپے ۱۰؁

سرمہ بے نظیر } یہ بے نظیر سرمہ آنکھوں کی حفاظت :دوران غم کی بیماریوں کو دور کرنے میں ایک لاثانی چیز ہے۔ سگرے۔ جالا۔ پھولا۔ دھند۔ ضعف۔ بصارت ڈھلکہ اور آنکھوں کی خارش کو دور کرتا ہے۔ قیمت فی تولہ دو روپے۔

ملنے کا پتہ :۔ **ویدک یونانی دواخانہ لمیٹڈ زینت محل دہلی**

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نارتھ ویسٹرن ریلوے

۱۶-اکتوبر ۱۹۳۹ء سے لوکل بکنگ کے لئے اور یکم نومبر ۱۹۳۹ء سے متفرقہ بکنگ کے لئے دھرمسالہ (اپرگینٹ) اور دھرمسالہ (کوتوال بازار لوئر) کی آؤٹ ایجنسیاں بجائے کانگڑہ ریلوے سٹیشن کے راستہ سے براستہ نگروٹہ ریلوے سٹیشن چلائی جائے گی۔ پارسلوں اور سامان کے ٹریفک کی شرح نگروٹہ ریلوے سٹیشن اور ان آؤٹ ایجنسیوں کے درمیان وہی رہے گی۔ جو براستہ کانگڑہ چارج کی جاتی ہے

چیف کمرشل منیجر

ایک نئی سروس

ٹیلیفون ۸۱۷ء

اہالیٔ لاہور کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اگر وہ چاہتے ہیں کہ ان کے پارسل جو لاہور سٹیشن تک پہنچتے ہیں۔ ان کی جائے رہائش پر دیئے تقسیم ہوں۔ تو انہیں ٹیلیفون ۸۱۷ء کو بلانا چاہئے۔ اور متوقع پارسل کی تفصیلات دینی چاہئیں۔ ان کی درخواست رجسٹر کرلی جائے گی۔ اور پارسل جلد سے جلد سٹریٹ ڈلیوری سکیم کے ذریعہ ان تک پہنچا دیا جائیگا اس سروس کے لئے زائد اجرت دو آنے فی پارسل ہے۔ اور یہ حقیر سی رقم اس تمام تکلیف اور خرچ سے جو ریلوے پارسلز آفس سے پارسل لینے میں برداشت کرنا پڑتا ہے بچاتی ہے۔

چیف کمرشل منیجر این۔ ڈبلیو۔ ریلوے لاہور

یہ شول نیز پیٹ کی باقی سب خرابیوں کیلئے ایک آسان اور قابل اعتبار علاج ہے۔ اس کے اندر ایک بھی ایسا جزو نہیں جو زہریلا یا نقصان دہ ہو اس کے استعمال سے فوری تسکین پہنچنے کے ساتھ ہی یہ پیٹ کی خرابیوں کے حقیقی اسباب کو دور کر کے پوری تندرستی پیدا کرتی ہے۔

امرت دھارا اپھارہ۔ شول۔ وائو۔ کھٹے ڈکار تے اور پیٹ کے تمام دردوں کیلئے ایک نہایت طاقتور دوا ہے۔ یہ ہیضہ اور گردے کے درد کیلئے بھی ایک اعلیٰ اکسیر ہے۔

قیمت فی شیشی دو روپے آٹھ آنے نصف شیشی ایک روپیہ چار آنے نمونہ آٹھ آنے۔

آج ہی کسی اچھی دوکان سے ایک شیشی خرید کریں

امرت دھارا

امرت دھارا فارمیسی۔ امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا پوسٹ آفس لاہور

بیوپاری صاحبان پرانے گرم کوٹ وکمبل کی نوٹ کرلیں

(۱) یہ کہ ہماری فرم نے اس سال وہ سب سہولتیں جو وقتاً فوقتاً آپ چاہتے تھے جاری کردی ہیں۔ تفصیل نرخنامہ میں درج ہے۔ (۲) صرف ہماری فرم کو ہی اس بات کا فخر حاصل ہے۔ کہ ہندوستان بھر کے تمام شہروں قصبوں اور گاؤں میں جہاں بھی پرانے کوٹ فروخت ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ مال ہمارا کھپت ہوتا ہے۔ اس کی وجہ ہمارے مستقل خریداروں یا جن دوکانداروں نے ہمارے ساتھ لین دین کیا ہے سے دریافت کیجئے (۳) ہر قسم کے اوورکوٹ۔ ہاف کوٹ۔ واسکٹ چسٹر کوٹ۔ لیڈی کوٹ و کمبل وغیرہ کا نرخنامہ ۴۰-۱۹۳۹ء آج ہی منگوا کر ملاحظہ فرماویں۔ ہمارے نرخ کا بھوکے اشتہار بازوں اور نام نہاد فرموں سے ہرگز مقابلہ نہ کریں:- منیجر رمیش راج اینڈ کمپنی سوداگران کوٹ کراچی

مکان برائے فروخت

محلہ دارالرحمت میں ایک مکان متصل گرلز ہائی سکول اور ایک کنال زمین بر لب سڑک جس پر پانچ عدد دکانیں تعمیر ہو سکتی ہیں۔ قابل فروخت ہے۔ خواہشمند اصحاب مجھ سے مل کر قیمت کے متعلق فیصلہ کر سکتے ہیں۔

(میاں) محمد اکبر علی سب انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز محلہ دارالرحمت قادیان۔

درخواست دعا

چوہدری عطاء اللہ خان باجوہ بی۔ اے آئی۔ اے۔ سی کے مقابلہ کے امتحان میں ۲۳-اکتوبر ۱۹۳۹ء کو شامل ہو کر امتحان دے گا۔ تمام احباب جماعت و ناظرین الفضل سے التجا ہے۔ کہ توجہ سے دعا فرمائیں۔ خداوند تعالیٰ عزیز مذکور کو مقابلہ میں کامیاب کرے۔ آمین۔

غلام سرور منصور منزل رہوکاڑہ

رشتے مطلوب ہیں

ایک معزز و مخلص خاندان کی سلیقہ شعار امور خانہ داری سے بخوبی واقف اور صاحب سیرت و صورت تین نوجوان لڑکیوں کیلئے جنکی عمر ۱۵-۱۹-۲۳ سال ہے جو کہ پرائمری پاس ہیں۔ معقول ذریعہ معاش رکھنے والے رشتوں کی ضرورت ہے۔ لڑکے نیک صالح تعلیم یافتہ برسر روزگار۔ اور مخلص خاندان اور پنجاب کے شہری باشندے ہوں خط و کتابت بنام بابو محمد الطاف صاحب جنرل سکرٹری جماعت احمدیہ مردان صوبہ سرحد کلرک صوابی ڈویژن پی۔ ڈبلیو۔ ڈی مردان

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا

لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ شام کو تو تم ایسی حالت میں سو ؤ کہ تم

فوجی کاموں سے بالکل بے تعلق

ہو۔ اور صبح تمہیں تمام علوم و فنون اور فوجی طور طریق آ جائیں۔ پس ہمیں جو بھی جائز ذرائع فوجی تربیت اور فوجی کاموں سے دلچسپی کے میسر آئیں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ان سے فائدہ اٹھائیں تاکہ ہمارے اندر فوجی روح قائم رہے۔ اور روز بروز اس میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں ایک زندہ قوم کو خواہ کوئی ذاتی دلچسپی نہ ہو پھر بھی اس کا فرض ہے کہ وہ

فوجی کاموں میں مہارت

حاصل کرے۔

میں نے دلائل سے اس بات کو ثابت کیا ہے۔ کہ موجودہ جنگ سے ہمارا ذاتی تعلق بھی ہے۔ اور ہم صرف انگریزوں کے مفاد کے لئے اپنا تعاون پیش نہیں کر رہے بلکہ اپنے مفاد کے لئے اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو تیار کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر موجودہ حالات میں تبدیلی ہوئی تو اسلام اور احمدیت کو اس سے ضعف پہونچے گا۔ لیکن میں کہتا ہوں اگر ہمارا

ذاتی مفاد

کوئی بھی نہ ہو۔ اور کہیں بھی جنگ ہو رہی ہو۔ اور ہم اس میں شریک ہو کر فوجی تربیت حاصل کر سکتے ہوں۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم وہاں جائیں۔ اور فوجی ٹریننگ حاصل کریں۔ دیکھو بیدار قوموں میں اس کا کتنا خیال رکھا جاتا ہے۔ سپین میں جنگ ہوئی تو اٹلی اور جرمنی نے خوب والنٹیر جمع کر کرکے وہاں بھیجے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ سپین کی جنگ میں دس ہزار سے زیادہ جرمن مارا گیا۔ اور اندازہ کرنے والے کہتے ہیں۔ کہ سپین کی جنگ میں اسی ہزار کے قریب اٹلی والے مارے گئے۔ لیکن انہوں نے اس بات کی کوئی پروا نہیں کی۔ حالانکہ وہ جنگ ان کی جنگ نہیں تھی۔ بلکہ سپین کے دو طبقے آپس میں لڑ رہے تھے۔ اور اس کی وجہ جیسا کہ بڑے بڑے مبصرین اور مدبرین نے بیان کیا ہے کہ نئے جرمنی کو

جنگ کی عملی تربیت

کا کوئی موقعہ نہیں ملا تھا۔ جرمن قیصر ولیم کے زمانہ میں ہمیشہ لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں مگر بڑی جنگ کے بعد جب جرمن قوم کو ماتحت کر دیا گیا۔ جنگی سامان اس سے لے لئے گئے۔ اور اس کی فوج کو محدود کر دیا گیا۔ اسے عملی رنگ میں کسی جنگ میں شامل ہونے کا موقعہ نہیں ملا تھا پس انہوں نے ضروری سمجھا کہ سپین میں جو جنگ ہو رہی ہے۔ اس میں ہم اپنے والنٹیروں کو بھیج دیں۔ تاکہ انہیں فوجی ٹریننگ حاصل ہو جائے۔ چنانچہ وہ اس میں شریک ہوئے اور لڑے۔ مگر بہر حال سپین کی جنگ میں ان کی کوئی ذاتی غرض نہیں تھی۔ سپین میں وہ کسی مالی فائدہ کے لئے نہیں لڑے۔ انہوں نے کوئی

تجارتی فائدہ

حاصل نہیں کیا۔ انہوں نے ایک انچ زمین تک نہیں لی۔ ادھر لڑائی ختم ہوئی اور ادھر وہ اپنے گھروں کو واپس آ گئے ان کی غرض صرف اتنی تھی۔ کہ نوجوانوں کی عملی تربیت ہو جائے۔ چنانچہ اب وہ اس ٹریننگ سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور اس جنگ میں ان کے

پرانے تجربہ کار جرنیل

بہت کم ہیں۔ مگر وہ نوجوان جنہوں نے سپین کی جنگ سے تجربہ حاصل کیا وہ زیادہ ہیں اور وہی کام کر رہے ہیں پس گو بظاہر اس وقت یہی نظر آتا تھا کہ حکومت جرمنی نے بلاوجہ اپنے ہزاروں آدمیوں کو مروا ڈالا۔ مگر آج اسی کے نتیجہ میں ہزارہا جرمن عملی تربیت حاصل کرکے موجودہ جنگ میں کام کر رہا اور قوم کے لئے مفید ثابت ہو رہا ہے۔

تو بڑھنے والی قوموں کے لئے یہ لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔ کہ وہ فوجی کاموں میں حصہ لیں۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں دائمی امن ہو سکتا ہے۔ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ دنیا میں نہ کبھی دائمی امن پہلے ہوا۔ اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ اختلاف ہمیشہ رہے اور ہمیشہ رہیں گے۔ اور قرآن کریم سے یہ امر واضح طور پر ثابت ہے۔ پس خواہ دنیا کتنی ہی تدابیر کرے۔

کامل امن اور ہمیشہ کا امن

کبھی میسر نہیں آ سکتا۔ اور اگر کامل امن اور ہمیشہ کا امن دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ نے صرف اگلے جہان کے لئے ہی مخصوص کی ہوئی ہے تو یہ امر ضروری ہوا۔ کہ ہر قوم کے نوجوان جنگی تربیت حاصل کریں۔ اگر وہ جنگی تربیت حاصل نہیں کریں گے۔ تو دوسری قوموں کے مقابلہ میں وہ کبھی ٹھہر نہیں سکیں گے۔ تو جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اگر اور کوئی فائدہ نہ بھی ہو تو بھی محض اس وجہ سے کہ اس طرح جنگی تربیت حاصل کرنے کا ایک موقعہ مل رہا ہے۔ ہمارے لئے اس سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔ اور جیسا کہ میں بتا چکا ہوں ہماری جماعت کے

سینکڑوں نوجوانوں نے شوق سے اس میں حصہ لیا

اور اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کر دیا ہے۔ لیکن اس بھرتی سے ہمیں ایک اور فائدہ بھی حاصل ہوا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہماری توجہ ایک اور اہم معاملہ کی طرف پھیر گئی ہے۔ اگر یہ بھرتی کا موقعہ نہ آتا تو نہ معلوم وہ بات کب تک ہماری نظروں سے اوجھل رہتی۔

وہ بات یہ ہے کہ اس فوجی بھرتی کے نتیجہ میں یہ نہایت ہی افسوسناک امر ہمیں معلوم ہوا ہے کہ

احمدی نوجوانوں کی صحتیں

خطرناک طور پر گری ہوئی ہیں۔ اگر بھرتی کا یہ موقعہ نہ ملتا۔ تو شائد ہمیں اس کا علم دیر تک نہ ہوتا۔ احمدی نوجوانوں کے وزن بالعموم اس وزن سے کم ہیں۔ جتنا وزن اس عمر میں نوجوانوں کا ہوا کرتا ہے۔ احمدی نوجوانوں کی نظریں بالعموم ان نظروں سے کم ہیں جتنی نظریں اس عمر میں نوجوانوں کی ہوا کرتی ہیں۔ اور احمدی نوجوانوں کی کمریں بالعموم اس معیار سے بہت کمزور ہیں جتنی اس عمر میں نوجوانوں کی کمروں میں طاقت ہوا کرتی ہے۔ اور یہ امر ایسا خطرناک ہے۔ جس کی جتنی جلد اصلاح ممکن ہو اتنی ہی جلدی کرنی چاہیئے۔ پس اگر اس فوجی تربیت میں شریک ہونے کے اعلان سے کوئی اور فائدہ نہ بھی ہو۔ تب بھی اس ذریعہ سے ہمیں یہ جو فائدہ حاصل ہوا ہے۔ یہ خود اپنی ذات میں بہت اہم ہے۔ اور میں غور کر رہا ہوں۔ کہ آئندہ نوجوانوں کے لئے ایسے قواعد تیار کئے جائیں جن کے نتیجہ میں ان کے

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۹ اکتوبر۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے متعلق سوا سات بجے شب کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ خدا کے فضل سے حضور کی طبیعت اچھی ہے الحمد للہ

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت بھی اچھی ہے۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب آج شام کی گاڑی سے چھاؤنی انبالہ تشریف لے گئے۔

آج بعد دوپہر بیگم صاحبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صاحبزادی امۃ السلام صاحبہ اور صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب بذریعہ کار مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے۔

صاحبزادہ مرزا نعیم احمد کا زخم مندمل ہو رہا ہے۔ مگر ابھی کافی گہرا ہے دعا کی جائے کہ صحت ہو جائے۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب اپنی نواسی رقیہ بیگم صاحبہ کی صحت کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں۔

نظارت امور عامہ نے ٹیریٹوریل فورس کی بھرتی کے لئے ڈاکٹر احمد صاحب اور چوہدری فضل کریم صاحب کو ضلع گجرات میں بھیجا ہے۔ جن جماعتوں نے نوجوان پیش کئے ہیں وہ انہیں تیار رکھیں۔ اور بھرتی کرنے والوں سے پوری طرح تعاون کریں۔

ایک قدیم باشندہ قادیان میاں جھنڈو بعمر قریباً سو سال آج فوت ہو گئے۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور مرحوم کو عیدگاہ والے قبرستان میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تمام قوےٰ کی حفاظت

ہو۔ اور جو اچھے بہادر اور تندرست نوجوان بنانے میں ہمارے ممد ہوں۔ میرے نزدیک تمام نوجوانوں کا

سالانہ معائنہ

ہوتے رہنا چاہیئے۔ تاکہ ان کی صحت میں اگر کوئی نقص واقعہ ہو۔ تو اس کی فوری اصلاح کی جاسکے۔ اور چاہے جنگی بھرتی ہو۔ یا نہ ہو۔ جن ذرائع سے بھی ان نقصوں کی اصلاح ہو سکتی ہو۔ اُن ذرائع کو کام میں لانا چاہیئے۔

غرض ایک تو ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ آئندہ نسل میں یہ نقص پیدا ہی نہ ہوں۔ اور دوسری طرف ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ جن میں نقائص ہیں۔ اُن سے نقائص کو دور کردیا جائے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس قسم کے کرتبوں کی طرف جن سے صحت پیدا ہوتی ہے۔ ہمیشہ توجہ رکھتے تھے۔ مگر ہمارے ملک میں بھیڑ چال کی عادت ہے۔ میں نے پہلے بھی بارہا توجہ دلائی ہے۔ کہ ہمارا ملک ایسی کھیلوں میں لگا رہتا ہے۔ جو نہ تو صحت کو کوئی حقیقی فائدہ پہونچاتی ہیں۔ اور نہ سارے نوجوان ان کھیلوں میں حصہ لے سکتے ہیں مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ابھی تک قادیان کے نوجوانوں نے بھی میری اس نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور

یورپ کی نقل

ان میں بدستور قائم ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یورپ میں چونکہ کرکٹ اور ہاکی کھیلی جاتی ہے۔ اس لئے ہمیں بھی کرکٹ اور ہاکی ہی کھیلنی چاہیئے۔ اور وہ یہ نہیں جانتے کہ یورپ میں صرف ہاکی۔ اور کرکٹ ہی نہیں کھیلی جاتی۔ بلکہ وہ کھیلیں بھی وہاں کھیلی جاتی ہیں۔ جن کے ذریعہ نوجوانوں میں طاقت پیدا ہوتی۔ اور ان کی صحت درست رہتی ہے۔ ہمارے نوجوان صرف کرکٹ اور ہاکی کھیلتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ صحت کے لئے تمام ضروری کھیلیں انہوں نے کھیل لیں حالانکہ کرکٹ اور ہاکی صحت کے لئے مفید

نہیں۔ بلکہ خالی ان پر قناعت کی جائے۔ تو مضر ہیں۔ اور یورپ میں بھی صرف کرکٹ اور ہاکی ہی کھیل نہیں سمجھے جاتے۔ بلکہ ان میں اور بھی کئی کھیلوں کا رواج ہے۔ مثلاً ان کو

باکسنگ

سکھایا جاتا ہے۔ اور باکسنگ اتنی خطرناک چیز ہے۔ کہ ہمارے نوجوانوں میں سے سَو میں سے شاید ایک اسے برداشت کرسکے۔ دو نوجوانوں کو آمنے سامنے کھڑا کردیا جاتا ہے۔ اور انہیں کہا جاتا ہے۔ کہ وہ بے دردی سے ایک دوسرے کو مکّے ماریں۔ اب ذرا اسکول میں یہ کھیل تو کرا کر دیکھو۔ دوسرے ہی دن لڑکوں کے والدین شور مچا دیں گے۔ کہ ہم اپنے بچوں کو اس سکول سے نکالتے ہیں۔ ہم نے استاد سمجھ کر لڑکوں کو ان کے پاس بھیجا تھا۔ نہ کہ قصّاب سمجھ کر۔ مگر انگلستان میں اکثر تعلیمیافتہ نوجوان باکسنگ جانتے ہیں۔ اور جسے باکسنگ آتا ہو۔ وہ اکیلا اگر دس بیس کے نرغہ میں پھنس جائے۔ تو وہ بغیر سوٹی کے۔ بغیر تلوار کے۔ بغیر کسی ہتھیار کے محض ہاتھوں کے ذریعہ ان سب کو زخمی کردے گا۔ اور خود بچ جائے گا۔ باکسنگ دراصل پُرانے زمانہ کا

ایک قسم کا گتکا

ہے۔ اسی طرح اور کئی ورزشیں ہیں۔ جن میں سے بعض ہمارے ہاں بھی سکولوں میں مقرر ہیں۔ مگر ان کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ زیادہ تر انہیں یہی خیال رہتا ہے کہ ہاکی کے میچ کھیلے جائیں۔ اور کپ جیتا جائے۔ حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ گو ہاکی جیت کر وہ کپ لا رہے ہوتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اپنی صحت کو بھی کھو رہے ہوتے ہیں۔

اس کے مقابلہ میں پی۔ ٹی ہے یہ ہمارے ہاں بھی ہے۔ مگر یہ

فزیکل ٹریننگ

اتنی بے توجہی سے ہوتی ہے۔ کہ اس کا جو فائدہ ہے۔ وہ لڑکوں کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ بالعموم سمجھا جاتا ہے کہ فزیکل ٹریننگ

محض قانون کو پورا کرنے کے لئے ہے حالانکہ فزیکل ٹریننگ ہی صحت کو درست کرنے والی ہے۔ کرکٹ اور ہاکی صحت کو درست کرنے والی چیزیں نہیں۔ اسی طرح پرانے زمانہ میں

ہوری زنٹل بار پر مختلف قسم کی کھیلیں

کھیلی جاتی تھیں۔ اور وہ صحت کے لئے بے حد مفید ہوتی تھیں۔ مگر اب ان کی طرف بھی کوئی خاص توجہ نہیں رہی۔

اسی طرح اونچی چھلانگیں لگانا۔ لمبی چھلانگیں لگانا۔ گولہ پھینکنا۔ تیرنا۔ اور رسہ کشی وغیرہ نہایت مفید کھیلیں ہیں۔ مگر اب یہ تمام کھیلیں ایک ایک کرکے مفقود ہو رہی ہیں۔ یہاں کے نوجوانوں کی رسہ کشی میں نے خود بھی دیکھی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا بالکل اناڑی ہیں۔ جب کوئی میچ مقرر ہوا۔ تو پندرہ دن پہلے اندر سے رسہ نکالا۔ اس کی مَیل جھاڑی اور چند دن لڑکوں کو رسہ کشی کی مشق کرادی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ چونکہ رسہ کشی کا صحیح طریق انہیں آتا نہیں۔ اس لئے جب وہ رسہ کھینچا جاتا ہے۔ تو ایک کی ٹانگ اُدھر جارہی ہوتی ہے۔ اور دوسرے کا سر اِدھر جُھکا ہُوا ہوتا ہے پھر جو دو فریق ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک نے تو دس بارہ دن مشق کی ہوئی ہوتی ہے۔ اور دوسرے نے پانچ سات دن۔ اس لئے دس بارہ دن مشق کرنے والا فریق جیت جاتا ہے۔ اور واہ واہ کا شور مچ جاتا ہے۔ حالانکہ رسہ کشی میں وہ بھی اناڑی ہوتا ہے۔

اب بھلا ایسے نوجوانوں کی صحت کس طرح درست رہ سکتی ہے۔ جو فزیکل ٹریننگ میں تو حصہ نہ لیں۔ اور ہاکی اور کرکٹ ہی کھیلتے رہیں۔ پس ہاکی اور کرکٹ کو صحت کے لئے کافی سمجھنا انتہائی غلطی ہے۔

ہاکی قطعی طور پر صحت پر اچھا اثر پیدا نہیں کرتی

بلکہ مضر اثر پیدا کرتی ہے۔ ہاکی میں ہاتھ جُڑے رہتے ہیں۔ اور سانس سینہ میں پھُولتا نہیں۔ اور اس طرح باوجود کھیلنے کے سینہ چوڑا نہیں ہوتا۔ مگر پی۔ ٹی

سے جسم مضبوط ہوتا ہے۔ کمر لمبی ہوتی ہے۔ سینہ چوڑا ہوتا ہے۔ اور سانس پیٹ میں اچھی طرح سمانے کی مشق ہوتی ہے۔ جو صحت کی درستی کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح دوڑنا۔ کودنا۔ چھلانگیں لگانا۔ بوجھ اٹھانا۔ گولہ پھینکنا۔ ایسی کھیلیں ہیں۔ جو نہ صرف صحت کے لئے مفید ہیں۔ بلکہ انسان کی عملی زندگی میں کام آنے والی ہیں۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ صحت کے لئے جو

مفید ورزشیں

ہیں۔ ان کی طرف ہماری جماعت کے نوجوانوں کی توجہ بہت کم ہے۔ اور جو کھیلیں صحت کے لئے مضر ہیں۔ ان کی طرف بہت توجہ ہے۔ پھر پی۔ ٹی میں ملک کے سارے نوجوان حصہ لے سکتے ہیں۔ مگر کرکٹ میں غریب لڑکے حصہ نہیں لے سکتے۔ کرکٹ پر ماہوار ہر کھلاڑی کا ایک دو روپیہ خرچ آجاتا ہے۔ اور اتنا خرچ تو غرباء اپنی تعلیم کے لئے بھی برداشت نہیں کرسکتے۔ کھیلوں کے لئے وہ کس طرح برداشت کرسکتے ہیں۔ ہمارے ملک کا ہزارہا لڑکا سکول سے محض اس لئے اٹھا لیا جاتا ہے۔ کہ اُن کے والدین دو آنے یا چار آنے ماہوار فیس دینے کی طاقت نہیں رکھتے پس جبکہ وہ دو آنے یا چار آنے ماہوار فیس نہیں دے سکتے۔ تو وہ روپیہ دو روپیہ تک کرکٹ کے لئے کس طرح خرچ کرسکتے ہیں۔ اگر کرکٹ کو صحیح طور پر کھیلا جائے۔ تو بال روزانہ بدلنا پڑتا ہے۔ پھر بیٹ نہایت قیمتی ہوتا ہے۔ اسی طرح

کرکٹ کیلئے فیلڈ کی ضرورت

ہوتی ہے۔ اگر کرکٹ کھیلنے والوں کو کچھ ایڈ بھی مل جائے۔ تو بھی پچیس تیس چالیس روپے انہیں اپنے پاس سے ماہوار خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ اور اس طرح ڈیڑھ دو روپیہ ماہوار ہر لڑکے کو اپنے پاس سے دینا پڑتا ہے۔ مگر پی۔ ٹی میں کسی کا کیا خرچ آتا ہے۔ ہاتھ اونچا کرو۔ ہاتھ نیچا کرو کمر نیچی کرو۔ کمر اوپر کرو پاؤں آگے کرو۔ پاؤں پیچھے کرو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بتاؤ کیا کوئی غریب سے غریب زمیندار بھی ایسا ہے۔ جو اس میں حصہ نہ لے سکے۔ پس اگر ان ورزشوں کو جاری کیا جائے۔ تو ایک ادنےٰ سے ادنےٰ اور غریب سے غریب آدمی جسے کُرتہ بھی میسر نہیں۔ جسے تہہ بند بھی میسر نہیں۔ اور جو صرف ایک لنگوٹی پہنے پھرتا ہے وہ بھی ان میں شریک ہوسکتا اور اپنی صحت کو درست کرسکتا ہے۔ مگر تمہاری کرکٹ اور تمہاری ہاکی میں وہ کس طرح شریک ہوسکتا ہے۔ یہ تو

امیروں کی کھیلیں

ہیں۔ جو انہوں نے اس لئے جاری کی تھیں کہ غریب الگ رہیں۔ اور وہ الگ۔ اگر وہ کھیل میں ہمارے ساتھ شامل ہوگئے۔ تو اس سے ہماری عزت میں فرق پڑ جائے گا۔ انہوں نے ہی اس قسم کی کھیلوں کو رواج دیا۔ پس یہ ایسی کھیلیں نہیں جنہیں کھیلا جائے صرف فزیکل ٹریننگ ہی ایسی چیز ہے جو مفید ہے۔ اور جس میں امیر اور غریب دونوں حصہ لے سکتے ہیں۔

پرانے زمانوں میں مگدر ہوا کرتے تھے

گاؤں میں کسی ایک مقام پر وہ پڑے رہتے۔ اور جو آتا وہ مگدر پھیر کر اور چند منٹ ورزش کرکے چلا جاتا اور کسی کا اس پر کچھ بھی خرچ نہیں آتا تھا۔ یا مثلاً بیٹھکیں نکالنا ہے۔ اب اس اٹھک بیٹھک پر کسی کا کیا خرچ آتا ہے۔ یا ڈنٹر نکالنے ہیں ان کا کیا خرچ ہوسکتا ہے۔ کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا اور پھر مزید فائدہ یہ ہے۔ کہ ہر شخص ان میں حصہ لے سکتا ہے۔ لیکن کرکٹ اور ہاکی میں سارا ملک نہیں۔ آدھا ملک نہیں۔ چوتھا حصہ ملک کا نہیں۔ بلکہ ملک کا دسواں حصہ بھی شامل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ایک دفعہ حساب کرکے میں نے بتایا تھا کہ اگر کرکٹ ہاکی اور فٹ بال کے لئے تمام ملک کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے فیلڈز بنادی جائیں تو زراعت کے لئے بہت ہی تھوڑی جگہ رہ جائے۔ اور پھر لوگ کرکٹ بال اور وکٹیں کھایا کریں۔ روٹی اور غلہ انہیں نہ ملے۔ تو چند محدود نوجوانوں میں ہی یہ کھیلیں جاری ہوسکتی ہیں۔ سارے ملک میں نہیں۔ اور پھر باوجود ایسی کھیلیں کھیلنے کے نتیجہ ظاہر ہے۔ کرکٹ اور ہاکی کھیلنے کے باوجود ہماری جماعت کے نوجوانوں کے جسم مضبوط نہیں ہوسکے اگر فزیکل ٹریننگ سے وہ اپنے اندر طاقت پیدا کرتے۔ اگر رسہ کشی کرنا۔ گولہ پھینکنا۔ کودنا۔ تیرنا۔ اور چھلانگیں لگانا وہ اپنے لئے ضروری سمجھتے۔ تو آج ان کی جسمانی حالت بالکل اور ہوتی۔ کیونکہ انہی کھیلوں سے وہ طاقتیں پیدا ہوتی ہیں جو آئندہ زندگی میں کام آیا کرتی ہیں۔ چونکہ ہماری جماعت کے نوجوانوں نے اس امر کی طرف توجہ نہیں کی تھی۔ اس لئے آج باوجود اس بات کے کہ ان میں جوش ہے ان میں اخلاص ہے ان میں ولولہ اور ہمت ہے۔ جب وہ آگے آتے۔ اور فوجی ٹریننگ کے لئے اپنے آپکو پیش کرتے ہیں۔ تو

ڈاکٹری معائنہ

کے بعد انہیں کہہ دیا جاتا ہے۔ کہ تم فوجی خدمت کے قابل نہیں۔ صحت کا یہ معیار اس قدر گرا ہوا ہے۔ کہ ہماری جماعت کے سو نوجوان پیش ہوتے ہیں۔ اور ان سو میں سے افسران متعلقہ صرف دس کا انتخاب کرتے ہیں۔ اسی طرح کچھ عرصہ ہوا کئی سو نوجوانوں میں سے افسروں نے بائیس نوجوانوں کو چنا۔ اور ان بائیس میں سے بھی صرف پانچ منظور ہوئے۔ یہ حالات جو ظاہر ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں۔ اور ثابت کردیا ہے۔ کہ میں نے آج سے دو سال پہلے

مغربی کھیلوں کی بجائے دیسی

کھیلیں جاری کرنے کی جو تحریک شروع کی تھی وہ نہایت ہی باموقع اور برمحل تھی۔ مگر افسوس ہے کہ ہماری جماعت نے اس کی طرف توجہ نہ کی جس کا خراب نتیجہ اب نظر آرہا ہے۔ یہ سوال جانے دو کہ آج انگریزی فوج میں بھرتی ہورہی ہے۔ فرض کرو کل احمدی حکومت ہو اور اس کی حفاظت کے لئے نوجوانوں کی ضرورت ہو۔ تو اس وقت کونسے نوجوان کام آئیں گے۔ آخر

لولے لنگڑے تو احمدی فوج میں بھرتی نہیں ہونگے

بھرتی کے لئے تو صرف وہی لئے جائینگے جو کام کے قابل ہوں گے۔ مگر وہ نوجوان آئیں گے کہاں سے۔ جب ہماری صحتیں گری ہوئی ہوں گی۔ اس وقت تو صرف دل میں کڑھنے والی بات رہ جائیگی جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ کے لئے جارہے تھے۔ تو آپ نے صحابہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تم لوگ کوئی تکلیف نہیں اٹھا رہے۔ مگر اس کا ثواب جس طرح تمہیں مل رہا ہے۔ اسی طرح مدینہ کے بعض ان لوگوں کو بھی مل رہا ہے۔ جو اس وقت اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کیا ہوا کہ تکلیف تو ہم اٹھائیں۔ اور ثواب میں وہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہوجائیں۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ وہ نادار اور کمزور اور ضعیف اور لولے لنگڑے ہیں۔ جو جنگ میں شامل ہونے کی طاقت نہیں رکھتے مگر اُن کے دل اس حسرت سے جل رہے ہیں کہ کاش ہمیں طاقت ہوتی۔ اور ہم بھی اس جہاد میں شریک ہوتے۔ پس اس قسم کا ثواب بے شک معذور احمدیوں کو بھی مل جائیگا مگر اس ثواب کے ساتھ عذاب بھی ہوتا ہے اور انسان کے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے۔ کہ افسوس وہ خدا تعالےٰ کے دین کے کام نہ آسکا۔ گویا یہ ثواب اس عذاب کے نتیجہ میں ملتا ہے۔ جو انسان کے دل کو ہوتا ہے۔ اور گو اللہ تعالےٰ کے حضور وہ ثواب کا مستحق ہوجائے مگر قوم اور ملک کے لئے وہ مفید ثابت نہیں ہوسکتا۔ پس اس قسم کے نوجوان اگر ہماری جماعت میں ہوئے تو بجائے

ملکی اور مذہبی خدمات

سرانجام دینے کے وقت آنے پر وہ دل میں کڑھیں گے۔ اور کہیں گے کاش ہماری نظر اچھی ہوتی۔ کاش ہمارے ہاتھوں میں طاقت ہوتی۔ کاش ہماری کمر مضبوط ہوتی اور ہم بھی خدا تعالےٰ کی رضا کے لئے ملکی خدمات کی خاطر اپنے آپ کو پیش کرسکتے۔ مگر اس میں قصور کسی اور کا نہیں۔ بلکہ خود ان کا ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے ہی اس قسم کی طاقتیں پیدا کرنے سے بے اعتنائی کی ہوگی۔ میں نے خدام الاحمدیہ کو بھی اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اور انہیں نصیحت کی تھی کہ وہ اس قسم کی کھیلیں نوجوانوں میں رائج کریں مگر انہوں نے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ حالانکہ ادھر بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ پھر جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ

نوجوانوں کا باقاعدہ معائنہ

ہوتا رہے۔ تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ نوجوانوں کی صحت کی ترقی کی کیا رفتار ہے۔ اور کس حد تک ہمیں اپنی کوششوں میں کامیابی ہورہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر ہم تھوڑی سی بھی توجہ کریں۔ تو نوجوانوں کی صحت پہلے سے بہت زیادہ اچھی ہوسکتی ہے اور صحت کی درستی کے ساتھ اخلاق بھی درست ہوتے ہیں۔ جب کسی شخص کی صحت خراب ہوجاتی ہے۔ تو اس کے اندر چڑچڑاپن پیدا ہوجاتا ہے۔ اور وہ سست اور کاہل رہنے لگ جاتا ہے۔ اسی سستی اور کاہلی کی وجہ سے رفتہ رفتہ وہ نمازوں میں سست ہوجاتا ہے۔ پہلے اس کی ایک نماز باجماعت جاتی ہے۔ پھر دو نمازیں رہ جاتی ہیں پھر تین نمازیں رہ جاتی ہیں۔ پھر چار اور پھر پانچوں نمازیں ہی باجماعت پڑھنے سے وہ رہ جاتا ہے۔ اور

گھر پر نماز پڑھنے کا عادی

ہوجاتا ہے۔ رفتہ رفتہ گھر پر بھی نمازوں میں ناغہ ہونے لگتا ہے۔ اور آخر نوبت یہاں تک پہونچتی ہے۔ کہ وہ نماز کو بالکل چھوڑ بیٹھتا ہے۔ جو دراصل صحت کی خرابی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مگر شروع صحت کی خرابی سے ہوتا ہے۔ اور انجام بے ایمانی نکلتا ہے۔ دیکھنے والا سمجھتا ہے۔ کہ یہ محض سستی کر رہا ہے۔ بیمار نہیں۔ حالانکہ وہ بیمار ہوتا ہے۔ مگر چونکہ ہڈی یا جسم کو اوپر سے دیکھ کر کسی کی بیماری کا پتہ نہیں لگ سکتا اس لئے عام لوگ دوسروں کی بیماری کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ

فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ باتوں باتوں میں میں نے مولوی عبدالکریم صاحب سے کہا۔ کہ ہمارے ملک میں خوبصورت آدمی کوئی نہیں ہوتا۔ مولوی عبدالکریم صاحب کہنے لگے یہ بالکل غلط بات ہے ہمارے ملک میں بڑے بڑے خوبصورت لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر خوبصورتی کے یہ معنے ہیں کہ رنگ گورا ہو۔ چہرہ خوب چمکتا ہو۔

آنکھ ناک کا نقشہ

اچھا ہو۔ تو اس قسم کے خوبصورت کئی لوگ مل جائیں گے۔ مگر میں تو اسے خوبصورت سمجھتا ہوں۔ جس کی تندرستی سلامت ہو۔ وہ کہنے لگے۔ اچھا تو آپ کے نزدیک کوئی تندرست ہے ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میرے نزدیک تو بہت کم ایسے لوگ ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک کوئی ایسا شخص قادیان میں ہے تو بتایئے۔ انہوں نے قادیان میں سے دو آدمی چنے۔ اور کہا۔ دیکھئے یہ کیسے خوبصورت ہیں۔ وہ دونوں ایسے تھے۔ کہ بظاہر بڑے تندرست تھے۔ رنگ سفید تھا۔ اور ان کا چہرہ خوب چمکتا تھا۔ اس وقت دوسرا شخص تو موجود نہیں تھا۔ اتفاقاً ایک سامنے ہی تھا حضرت خلیفۂ اول رضہ نے اسے بلایا اور کہا ذرا ادھر تو آؤ۔ وہ آیا۔ تو آپ نے فرمایا ذرا اپنے سینہ سے کرتا اٹھاؤ۔ اس نے کرتہ جو اٹھایا۔ تو اس کے سینہ کی تمام ہڈیاں ٹیڑھی نظر آئیں۔ اُسے

رکٹ کا مرض

تھا۔ جس کی وجہ سے اس کے سینہ کی ہڈیاں ٹیڑھی تھیں۔ مگر موتہہ پر اس کا چونکہ کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے موتہہ اس کا خوبصورت تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب بڑے نازک مزاج تھے۔ انہوں نے جب اس کا سینہ دیکھا۔ تو لاحول پڑھنے لگے۔ اور فرمانے لگے یہ تو بڑا بدصورت شخص ہے۔

تو اس تحریک سے ہمیں یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہوا ہے۔ کہ ہمیں اپنے

نوجوانوں کی کمزوری صحت کا علم

ہو گیا ہے۔ اور ہم اگر چاہیں۔ تو اس طرف توجہ کرکے اس نقص کا بہت حد تک ازالہ کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد میں ایک اور مضمون کے متعلق کچھ باتیں کہنا چاہتا ہوں۔

میں نے پچھلے دنوں بعض خطبات پڑھے ہیں۔ جن میں

موجودہ جنگ

کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں نے کہا تھا۔ کہ باوجود اس بات کے کہ پنجاب کے بعض حکام سے ہمارا اختلاف رہا۔ اور اب بھی ہے۔ اور باوجود اس کے۔ کہ ہم اس اختلاف کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہم اسے بھول سکتے ہیں۔ اس وقت ایک ایسا خطرہ درپیش ہے۔ کہ اس کی موجودگی میں ہمیں فی الحال اس جھگڑے کو بند کر دینا چاہئیے۔ اور اس دشمن کا متحدہ طور پر مقابلہ کرنا چاہئیے۔ جو برطانیہ پر حملہ آور ہے۔ کیونکہ اس کے کامیاب ہو جانے کی صورت میں

اسلام اور احمدیت کیلئے سخت مشکلات

پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔

میرے ان خطبات کے متعلق ایک خط قادیان سے ہوتا ہوا مجھے سندھ میں ملا۔ وہ ایک احمدی نوجوان کا خط ہے۔ اور لاہور سے آیا ہے۔ اس خط میں اس احمدی نوجوان نے لکھا ہے۔ کہ آپ نے خطبات تو اس لئے پڑھے ہوں گے۔ کہ انگریزی حکومت کی امداد کی جائے۔ اور اس کی تائید اور حمایت کی جائے۔ لیکن مجھ پر یہ اثر ہوا ہے۔ کہ ان خطبات کے نتیجہ میں مجھے انگریزوں سے اور بھی زیادہ نفرت ہو گئی ہے۔ اور اُن کی تباہی کی خواہش میرے دل میں پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے وہ لکھتا ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ کہ آپ نے یہ کس طرح کہہ دیا۔ کہ اگر انگریزی حکومت نہ رہے۔ تو میں موت کو اپنے لئے زیادہ پسند کروں گا۔ اس سے تو انگریزوں کی دائمی غلامی کی محبت کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ آپ چاہتے ہیں۔ کہ انگریز ہمیشہ حاکم رہیں۔ اور ہم ہمیشہ ان کے غلام رہیں۔

میں نے وہ خطبات تو واقعہ میں اسی لئے پڑھے تھے۔ کہ انگریزوں کی امداد ہو۔ لیکن اس نوجوان پر یہ اثر ہوا ہے کہ وہ لکھتا ہے۔ مجھے انگریزوں سے اور بھی نفرت ہو گئی ہے۔ کیونکہ ان خطبات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ

انگریزوں کی دائمی غلامی

ہمیں نصیب ہو جائے گی۔ میں اس کی پیش کردہ باتوں کا جواب تو آگے چل کر دوں گا۔ مگر جب میں نے یہ خط پڑھا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا۔ چلو میرے خطبوں نے دونوں قوموں کو خوش کر دیا ایک طرف انگریز خوش ہو گئے۔ کہ میں نے اس نازک موقعہ پر جماعت کو ان کی اعانت کی تحریک کی۔ اور دوسری طرف کانگرس کے اکسٹریمیسٹ (Extremist) مسٹر بوس وغیرہ کو بھی میرا ممنون ہونا چاہئیے کہ بعض لوگوں پر میرے ان خطبات کا یہ اثر ہوا ہے۔ کہ ان کے دلوں میں انگریزوں کی نفرت اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ کہتے ہیں۔

دو شکار ایک پتھر کے ساتھ

سو میرے ان دو خطبات نے دونوں کو شکار کر لیا۔ خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا۔ اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لوگ افترا کرتے ہیں۔ جھوٹ باندھتے ہیں۔ غلط الزام لگاتے ہیں۔ مگر وہ دشمن ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اتہام ایک دوست نے لگایا ہے۔ اُس دوست نے جو احمدی ہے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ کہ میں نے کبھی یہ کہا ہے۔ کہ اگر انگریزی حکومت چلی جائے تو میں موت کو ترجیح دُوں گا۔ یا یہ کہ انگریزوں کی حکومت ہمیشہ ہمیش قائم رہے۔ اور ان کی

دائمی غلامی

دُنیا کو نصیب رہے۔ میرے خطبے چھپے ہوئے موجود ہیں۔ اور اس دوست نے بھی چھپے ہوئے خطبے ہی پڑھے ہیں۔ چنانچہ وہ یہ نہیں لکھتے۔ کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا۔ بلکہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ میں نے آپ کے خطبے چھپے ہوئے پڑھے۔ پس وہ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ آپ نے کہا کچھ تھا۔ پھر خطبہ پر نظر ثانی کرتے ہوئے اُسے بدل دیا۔ ان حالات میں میں حق رکھتا ہوں۔ کہ ان سے پوچھوں۔ کہ وہ میرے الفاظ کیا ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ انگریزوں کی دائمی غلامی مجھے محبوب ہے۔ یا یہ کہ اگر انگریزی حکومت نہ رہے۔ تو میں موت کو پسند کروں گا۔ میں نے یہ ہرگز نہیں کہا۔ کہ اگر انگریزی حکومت چلی جائے۔ تو میں زندگی پر موت کو ترجیح دونگا یہ بالکل جھوٹ ہے۔ میں تو اس بات کا قائل ہوں۔ کہ انگریزی حکومت چھوڑ دُنیا میں

سوائے احمدیوں کے اور کسی کی حکومت نہیں رہے گی

پس جبکہ میں اس بات کا قائل ہوں۔ بلکہ اس بات کا خواہشمند ہوں۔ کہ دُنیا کی ساری حکومتیں مٹ جائیں۔ اور ان کی جگہ احمدی حکومتیں قائم ہو جائیں۔ تو میرے متعلق یہ خیال کرنا۔ کہ میں اپنی جماعت کے لوگوں کو انگریزوں کی دائمی غلامی کی تعلیم دیتا ہوں۔ کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ پھر جس کی یہ خواہش ہو۔ کہ دُنیا میں احمدی حکومت قائم ہو جائے۔ اور احمدی حکومت کے سوا اور کوئی حکومت نہ رہے۔ کیا وہ کہہ سکتا ہے۔ کہ اگر انگریز چلے جائیں۔ تو میں زندگی پر موت کو ترجیح دے دوں گا۔

پس یہ بالکل غلط بات ہے۔ جو کہی گئی۔ اور چونکہ یہ کہنے والا ایک احمدی ہے۔ اس لئے میں یہ تو نہیں کہتا۔ کہ اس نے افترا کیا ہے۔ مگر میں یہ ضرور کہوں گا۔ کہ یہ بات جھوٹ ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ خطبہ میں ایسے الفاظ ہیں۔ کہ خلاں بات نہ ہو۔ تو میں موت کو ترجیح دوں گا۔ مگر یہ الفاظ نہیں۔ کہ اگر

انگریزی حکومت

جاتی رہے۔ تو میں زندگی پر موت کو ترجیح دُونگا میرے الفاظ کا مطلب یہ تھا۔ کہ اگر ایسی حکومت جس میں تبلیغ کی آزادی ہے۔ جاتی رہے اور اسکی بجائے کوئی ایسی حکومت آجائے جو تبلیغ کو بند کر دے اور دہریت اور الحاد کی رَو چلا دے۔ تو میں چاہتا ہوں کہ اس دن کے آنے سے پہلے پہلے ہر احمدی مر جائے۔ تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کہہ سکے کہ جب تک میں زندہ رہا۔ میں نے تیرے نام کو نہیں چھپایا میری موت کے بعد اگر کوئی ایسے حالات پیدا ہو گئے۔ تو مجھے ان کا علم نہیں۔ اور ان الفاظ میں اور ان الفاظ میں جو اس احمدی نے لکھے۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔

میرے اس بیان پر جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔

تین قسم کے اعتراض

ہو سکتے ہیں:-

اوّل معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ بیشک یہ صورت حالات پیدا ہو جائے ہمیں اس کی پروا نہیں۔ آپ کہتے ہیں میں ایسی حالت سے موت بہتر سمجھتا ہوں۔ سو آپ بے شک موت بہتر سمجھیں ہم ان حالات میں موت کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ اور نہ ہم اس صورت حالات کی پروا کر سکتے ہیں۔ اس اعتراض کو دوسرے الفاظ میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے۔ کہ دنیا میں سے بے شک ایسی حکومتیں مٹ جائیں۔ جو اپنی رعایا کو تبلیغ کی اجازت دیتی ہیں۔ اور بیشک وہ حکومتیں قائم ہو جائیں۔ جو تبلیغ کو جاری رکھنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ مگر بتاؤ کیا کسی احمدی کے مونہہ سے یہ کلمات نکل سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر اعتراض کیا ہوا۔ مَیں سمجھتا ہوں۔ ہر احمدی بلکہ ہر وہ شخص جو کسی نہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک ساعت کے لئے بھی یہ کہنا تو الگ رہا یہ خیال کرنا بھی گناہ سمجھے گا۔ کہ دنیا سے وہ نظام ٹوٹ جائے جس میں تبلیغ کی آسانیاں ہوں۔ اور وہ نظام قائم ہو جائے۔ جس میں تبلیغ پر پابندیاں ہوں۔ اور یہ کہ اگر ایسا نظام قائم ہو جائے تو وہ اس کی کچھ پروا نہیں کریں گے۔ میرے نزدیک کسی مذہبی آدمی کے دل اور دماغ میں اس قسم کا خیال نہیں آ سکتا:-

دوسری صورت اعتراض کی یہ بنتی ہے۔ کہ کوئی شخص کہے اس قسم کی کوئی تبدیلی ممکن ہی نہیں۔ یہ محض ایک وہم ہے۔ ایسی کوئی تبدیلی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس اعتراض کی آگے دو صورتیں ہیں۔ یا تو وہ یہ کہے کہ انگریز ہار ہی نہیں سکتے۔ انہیں خدا تعالےٰ کی طرف سے ایسی طاقت اور قوت حاصل ہے۔ کہ یہ کسی دشمن سے شکست نہیں کھا سکتے۔ اس صورت میں اعتراض یہ ہو گا۔ کہ جب اس قسم کا کوئی موقعہ آ ہی نہیں سکتا۔ اور انگریزوں کا شکست کھانا بالکل ناممکنات میں سے ہے۔ تو یہ کہنا کہ اگر یہ ہار جائیں۔ اور ان کی جگہ کوئی اور ایسی حکومت آ جائے جو تبلیغ کی اجازت نہ دے۔ تو میں زندگی پر موت کو ترجیح دوں گا بے فائدہ ہے۔ گویا اس صورت میں تبلیغ کی آزادی کی اہمیت تو تسلیم کی جائے گی۔ مگر ساتھ ہی کہا جائے گا کہ جب انگریز ہار ہی نہیں سکتے۔ تو اس قسم کے خدشات پیدا کرنے کا کیا مطلب؟ مگر یہ بھی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس کے ماتحت یہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہو کہ انگریزی حکومت ہار نہیں سکتی اور نہ خدا تعالےٰ کا کوئی ایسا وعدہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ انگریز ہمیشہ حکمران رہیں گے۔ پس یہ صورت بھی درست نہ ہوئی۔ دوسری صورت اس اعتراض کی یہ ہو سکتی ہے۔ کہ آپ کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کہ جو حکومتیں انگریزوں کی جگہ لیں گی۔ وہ مذہب پر تشدد کرنے والی اور تبلیغ کو روکنے والی ہوں گی۔ بالکل ممکن ہے وہ انگریزوں سے بھی زیادہ تبلیغ کی آزادی تسلیم کرنے والی ہوں۔ اور اس طرح ان کے ماتحت رہتے ہوئے مذہب پر کسی قسم کی پابندی عائد نہ ہو۔ گویا اس صورت میں اعتراض یوں بنے گا۔ کہ انگریز ہار تو سکتے ہیں مگر دوسری حکومتیں اتنی بُری نہیں جتنا بُرا آپ انہیں سمجھتے ہیں۔ وہ تبلیغ کی آزادی دے دیں گی اور جو خدشہ پیش کیا جا رہا ہے درست نہیں۔ اس اعتراض کا جائزہ لینے کے لئے ہم صورتِ حالات کو واقعات کے لحاظ سے دیکھتے ہیں۔ اس وقت جنگی خطرہ سب سے بڑھ کر جرمنی کی طرف سے ہے۔ جس کی پشت پر روس ہے جس نے آہستہ آہستہ اپنے پاؤں نکالنے شروع کئے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان دونوں حکومتوں سے تبلیغ کے راستہ میں روک واقع ہو گی یا مذہبی آزادی پہلے سے بھی زیادہ ہو جائے گی۔ میں اس مقابلہ میں سب سے پہلے جرمنی کو لیتا ہوں:-

ہر ہٹلر نے اپنی کتاب "مائنے کامپف" میں جس میں اس نے اپنی حکومت کے اصول واضح کئے ہیں لکھا ہے۔ کہ جس قوم کا مرکز باہر ہو۔ وہ

جرمن حکومت کے ماتحت

نہیں رہ سکتی۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ یہ کیونکر برداشت کیا جا سکتا ہے۔ کہ ایک قوم پر حکومت کرنے والے کسی اور جگہ ہوں۔ اور اس کو ماننے والے ہمارے پاس ہوں۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ ہماری حکومت میں بعض لوگ رہتے ہوں۔ مگر وہ دراصل ہمارے تابع فرمان نہ ہوں اور یہ امر قطعاً برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اب بتاؤ اس اصل کے ماتحت احمدیت کا جرمن حکومت کے ماتحت کہاں ٹھکانا ہے۔ احمدیت کا [illegible] مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے قادیان مقرر فرمایا ہے۔ اب فرض کرو قادیان انگریزوں یا اٹلی کے ماتحت ہو۔ اور دوسرے علاقے جن میں احمدی کثرت سے ہوں جرمن کے ماتحت ہوں۔ تو یقیناً اس اصل کے ماتحت جرمن حکومت احمدیوں پر ظلم شروع کر دے گی۔ اور اگر اس کے برخلاف قادیان جرمنی حکومت کے ماتحت چلا جائے۔ تو اٹلی وغیرہ حکومتیں اپنے علاقوں میں احمدیت کو نہیں پھیلنے دیں گی۔ کیونکہ وہ بھی اسی قسم کے اصول کی ماننے والی ہیں:-

دوسرا اصل جو

پہلے سے بھی زیادہ خطرناک

ہے۔ یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے ہم کسی ایسے مذہب کو اپنے ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتے جس کے اقتصادی تجارتی اور سوشل قوانین مذہب نے بنائے ہوں۔ اور دراصل یہی وہ وجہ ہے۔ جس کی بناء پر وہ یہودیوں کا سخت دشمن ہے۔ وہ کہتا ہے یہ بات کسی طرح جائز تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ کہ ایک ملک کے متعلق دو قانون ساز ہستیاں ہوں۔ مَیں کچھ کہوں۔ اور وہ کچھ کہے۔ مَیں لوگوں کو کسی اور شاہ راہ پر چلانا چاہوں۔ اور وہ اپنے مذہب کی مقرر کردہ شاہ راہ پر چلیں۔ مثلاً میں کہتا ہوں فلاں چیز کھاؤ۔ اور مذہب کہتا ہے وہ چیز نہ کھاؤ۔ تو اب یہ میری اور اس کی لڑائی ہے۔ اور یہ لڑائی میں برداشت نہیں کر سکتا۔ میں یہی چاہتا ہوں۔ کہ جو کچھ میں کہوں وہی ہو نہ وہ جو کہ کسی اور کا مذہب بتائے پس اگر کسی مذہب کے اقتصادی، تجارتی اور تمدنی قوانین مذہب نے بنائے ہوں۔ تو اس مذہب کو ہم اپنے ملک میں پھیلنے اور اس کے پیروؤں کو اپنے اندر بڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ یہودیوں کا وہ اسی لئے مخالف ہے۔ کہ یہودیت نے تفصیل کے ساتھ

تمدن کے متعلق احکام

دیئے ہیں۔ اور کھانے پینے کے مسائل بیان کئے ہیں۔ انہیں ان کے مذہب نے کہا ہے کہ یہ کھاؤ اور وہ نہ کھاؤ یوں کرو اور اس طرح نہ کرو۔ اب یہودی جب اپنے مذہب کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا موسےٰ کون تھا۔ اور اس نے کیا حکم دیا۔ تمہیں وہی حکم ماننا پڑے گا۔ جو میں دے رہا ہوں۔ اس نے اسی ضمن میں عیسائیت پر بھی اعتراض کئے ہیں۔ بعض لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں۔ کہ ہٹلر عیسائیت کا دشمن ہے۔ حالانکہ

ہٹلر عیسائیت کا دشمن نہیں

بلکہ وہ لکھتا ہے کہ اصل عیسائی مَیں ہی ہوں۔ باقی عیسائی تو انجیل پر عمل ہی نہیں کر رہے۔ وہ کہتا ہے انجیل میں تو صرف چند عقائد کی تعلیم ہے۔ اس نے شریعت کوئی تجویز نہیں کی۔ لیکن اب کلیسا لوگوں کے اعمال میں بھی دخل دینے لگ گیا ہے۔ اور اس طرح اس نے سیاسیات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اس لئے حکومت مجبور ہے کہ کلیسا کو پھر اس کی حد پر لا کر کھڑا کر دے۔ اب بتاؤ اسلام ایسے ملک میں کہاں رہ سکتا۔ اور کس طرح ترقی اور نشوونما پا سکتا ہے۔ اسلام نے تو یہودیت سے بھی بڑھ کر تفصیلی احکام اور حرام حلال کے مسائل بیان کئے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس ایسی حکومت کے ماتحت رہنے کے یہ معنے ہیں کہ اسلام پر ہم عمل نہ کر سکیں۔ کیونکہ ہٹلر کا یہ قائم کردہ اصل ہے کہ حکومت کے ماتحت اس قسم کی دو عملی برداشت نہیں ہو سکتی کہ میں کچھ کہوں اور بعض لوگ بجائے اس پر عمل کرنے کے یہ کہیں کہ ہمارے مذہب نے اس کے خلاف تعلیم دی ہے۔ فرض کرو کسی وقت جرمنی میں سخت قحط پڑتا ہے اور اس کی حکومت میں مسلمانوں کا بھی عنصر ہے اس علاقہ میں سؤر زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ حکم دے دیتا ہے کہ سب لوگ سؤر کھائیں۔ ایک مسلمان تو یہ حکم سنتے ہی کہہ دے گا کہ میں سؤر نہیں کھاتا۔ میرے مذہب نے منع کیا ہوا ہے۔ مگر وہ کہے گا تم عجیب احمق ہو۔ حکومت میری ہے یا تمہارے مذہب کی۔ تمہیں میری بات ماننی پڑے گی۔ اور ضرور سؤر ہی کھانا پڑے گا۔ یہود سے ہٹلر کی جو مخالفت ہے اس کی وجہ صرف یہی ہے۔ کہ یہودی ایک ایسے مذہب کیساتھ تعلق رکھتے ہیں جو انسانی اعمال میں بھی اسطرح دخل دیتا ہے جس طرح انسانی افکار میں وہ مذہب صرف عقائد ہی نہیں سکھاتا۔ بلکہ یہ بھی کہتا ہے کہ فلاں چیزیں کھاؤ فلاں نہ کھاؤ۔ شادی بیاہ میں ان ان امور کو ملحوظ رکھو۔ تمدنی اور تجارتی تعلق اس اسطرح قائم کرو اور یہ امر ہٹلر کی حد برداشت سے باہر ہے۔ وہ کہتا ہے

صرف ایک قانون چلیگا دو نہیں چل سکتے

اور چونکہ یہ اپنے مذہب کے حکم کے ماتحت اس بات پر مجبور ہیں۔ کہ اگر میرا حکم اس کے احکام کے خلاف ہو تو اسے نہ مانیں۔ اس لئے اس بغاوت اور نافرمانی کی روح کو کچل دینا ہی بہتر ہے۔

اب بتاؤ ایسی حکومت جہاں بھی قائم ہوگی وہاں اسلام اسکی زد میں آئیگا یا نہیں آئے گا۔ اسلام نے تو یہودیت سے بہت زیادہ اعمال کی تفاصیل بیان کی ہیں۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ ہٹلر لامذہب ہے۔ وہ مذہب کو مانتا ہے۔ مگر وہ کہتا ہے مذہب کا صرف اتنا اختیار ہے۔ کہ وہ کہے ایک خدا ہے یا دو خدا ہیں یا تین خدا ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی بات منوانے کا وہ قطعاً حق نہیں رکھتا۔ پس وہ لامذہب نہیں۔ بلکہ مذہب کا قائل ہے۔ بلکہ ان لوگوں کا مخالف ہے جو لامذہب ہیں۔ اور وہ ان پر حملہ کرتا اور کہتا ہے کہ یہ لوگ جو لامذہب ہیں اپنی قوم کے دشمن ہیں۔ کوئی نہ کوئی مذہب ضرور ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مذہب اتحاد پیدا کرتا ہے۔ لیکن مذہب کا دخل صرف یہیں تک ہے کہ وہ انسانوں کو بتا دے کہ وہ کیا عقائد رکھیں انسانی زندگی کے متعلق قواعد بنانا اس کا کام نہیں یہ حکومت کا کام ہے غرض ہٹلر کے نزدیک ایسے خدا کو نہ صرف برداشت کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے جو آسمان پر بیٹھا رہے۔ اور آسمان تک ہی اس کا کام محدود رہے۔ زمین سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو زمین سے صرف ہٹلر کا ہی تعلق ہونا چاہیئے اس عقیدہ کی موجودگی میں جو قوم بھی اس کے ماتحت رہے گی۔ اگر وہ مذہبی احکام کی پیرو ہوگی۔ تو وہ کبھی چین اور امن سے زندگی بسر نہیں کر سکے گی۔ اور اسلام تو یقیناً ایسی تعلیم سے ٹکراتا ہے۔ اور یہی ہٹلر کے یہودیوں سے ٹکراؤ کی وجہ ہے۔ یہودی جرمن میں پچاس ساٹھ لاکھ ہیں۔ اور سارے ملک کی آبادی آٹھ کروڑ ہے۔ گویا

جرمن کی آبادی کا آٹھ فیصدی حصہ یہودی ہیں

مگر وہ چونکہ اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں۔ اس لئے ہٹلر کو برا محسوس ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے ان یہودیوں کو میری تائید کرنی چاہیئے۔ یہ کیا کہ موسےٰ جو آج سے دو تین ہزار سال پہلے ہوا ہے اس کی باتیں مانی جائیں۔ اس کے بعد ہم روس کو لیتے ہیں۔ روس میں مذہب ہے ہی نہیں۔ دہریت ہی دہریت ہے اور اس دہریت کو پھیلانے کے لئے وہ پورا زور لگا رہا ہے۔ گو منہ سے وہ انصاف کا دعویٰ کرتا ہے مگر یہ دعوےٰ محض دھوکا ہے۔ چنانچہ روسی حکومت کہتی ہے کہ انسانی فکر میں آزادی ہونی چاہیئے۔ اور کسی سے جبراً کوئی عقیدہ نہیں منوانا چاہیئے۔ اور اس اصل کی تشریح وہ یہ کرتے ہیں کہ ماں باپ کو کوئی حق نہیں کہ بچہ کو اپنے مذہب کی تعلیم دیں۔ بچہ جب جوان ہو جائے وہ جو مذہب چاہے قبول کرے۔ نہ حکومت اسے کوئی مذہب سکھائے اور نہ ماں باپ

اب بظاہر یہ تعلیم منصفانہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ادنےٰ فکر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ محض دھوکا ہے۔ کیونکہ مذہب تو ایک مثبت بات ہے اور سکھانے سے ہی آ سکتی ہے۔ لیکن لامذہبیت اور دہریت ایک منفی چیز کا نام ہے۔ جسے خدا کا علم نہ دیا جائیگا وہ خالی الذہن نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ دہریہ ہوگا۔ کیونکہ جسے خدا تعالیٰ کا علم نہ ہو اسی کو دہریہ کہتے ہیں۔ اور وہی لامذہب کہلاتا ہے۔ غرض یہ صاف بات ہے کہ مذہب تو سکھانے سے ہی آئیگا۔ بغیر سکھائے مذہب کسطرح آ سکتا ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں نہ ہم مذہب کی تعلیم دیتے ہیں نہ تم مذہب کی تعلیم دو۔ اور اسے خودبخود جو جی چاہے سیکھنے دو۔ اب جبکہ اسے کوئی سکھانے والا ہی نہیں ہوگا۔ تو وہ سیکھے گا کیا۔ دہریہ نے بھلا کسی کو کیا سکھانا ہے۔ وہ تو نفی کا قائل ہے اور نفی کا قائل دوسرے کو کیا سکھا سکتا ہے۔ جو شخص کسی چیز کے متعلق کہتا ہے کہ "ہے" وہی اس چیز کے متعلق دلائل بھی دیا کرتا ہے۔ مگر جو کہے کہ کچھ نہیں۔ اس نے دوسروں کو سکھانا ہی کیا ہے۔ اور اسے ضرورت ہی کیا ہے کہ تعلیم دے مگر وہ اپنی طرف سے بڑے منصف مزاج بنتے ہیں اور کہتے ہیں نہ تم بچوں کو کچھ سکھاؤ۔ نہ ہم سکھاتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات صاف ہے کہ خدا کا پتہ تو بچے کو اسی وقت لگے گا جب اسے بتایا جائیگا کہ خدا ہے۔ مگر خدا انہیں سکھانے کی ضرورت نہیں جب کان میں خدا ہے کی آواز نہ پڑے گی۔ تو ذہن خودبخود خدا نہیں کا سبق سیکھ لے گا۔

پھر ہمارے مبلغ وہاں جا چکے ہیں اور ان کا عملی تجربہ حکومت روس کے متعلق جو کچھ ہے وہ بھی نہایت ہی تلخ ہے۔ مولوی ظہور حسین صاحب جب وہاں تبلیغ کے لئے گئے۔ تو حکومت روس انہیں

سات سات دن کا فاقہ

دیتی اور کہتی۔ کھانا ہے تو سؤر کا گوشت کھاؤ۔ ورنہ ہم تمہیں کچھ نہیں دیں گے۔ پھر وہاں سرکاری طور پر تمام لوگوں کو اس قسم کے تھیٹر دکھائے جاتے ہیں جن میں مذہب پر تمسخر اڑایا جاتا۔ اور اس کی نفرت دلوں میں پیدا کی جاتی ہے۔ لینن جو اس دہریت اور الحاد کا بانی ہے اسکے نام پر تھیٹر میں ایک شخص جج بنتا ہے۔ اور اس کے سامنے بطور ملزم ایک شخص پیش ہوتا ہے۔ اور اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ یہ تمام ملک میں فساد اور لڑائیاں کراتا پھرتا ہے۔ مہربانی کر کے آپ اس کا فیصلہ کریں وہ پوچھتا ہے یہ کون شخص ہے۔ تو آگے سے جواب دیا جاتا ہے۔ کہ یہ خدا ہے جو سارے جہان کے فسادات کا ذمہ وار ہے۔ اس کے بعد خدا پر مقدمہ چلتا ہے۔ اور آخر لینن فیصلہ کرتا ہے کہ خدا کو (نعوذ باللہ) پھانسی دیدیا جائے کیونکہ دنیا میں جتنے فساد ہیں۔ سب اسی کی وجہ سے ہیں۔ چنانچہ سب کے سامنے اس مردود کو جو اپنے آپ کو خدا کہتا ہے پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے (تمثیل کے طور پر نہ کہ حقیقتاً) اب بتاؤ جن قوموں کی یہ حالت ہو۔ اور جو مذہب کی اس قدر دشمن ہوں۔ ان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ بیشک آ جائیں ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ کہاں کی دانشمندی ہے۔ اور کیا کوئی بھی عقلمند اسے درست تسلیم کر سکتا ہے؟ اس

اعتراض کی تیسری صورت

یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی کہہ دے میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ بیشک تبلیغی آزادی ایک بہت اہم چیز ہے۔ لیکن آپ یہ کیوں خیال کرتے ہیں کہ اگر کسی اور حکومت نے مذہبی تبلیغ پر پابندیاں عائد کر دیں۔ تو خدا تعالیٰ کا ہاتھ اسے سزا نہیں دیگا۔ ہمارا اللہ حافظ ہے۔ روس آ جائے یا جرمن۔ جو بھی ہمارے مذہب میں مداخلت کریگا۔ اللہ تعالیٰ اسے مار ڈالیگا۔ پس آپ نے کیوں توکل چھوڑا۔ اور کیوں یہ سمجھ لیا کہ انگریزی حکومت کے جانے سے اسلام اور احمدیت کو بھی ضعف پہنچے گا۔ ہمارا خدا قادر ہے۔ اور وہ ہر حالت میں امن قائم کر سکتا ہے

یہ اعتراض بظاہر معقول نظر آتا ہے لیکن سنت اللہ کے یہ بھی بالکل خلاف ہے سنت اللہ ہمیشہ دو طرح ظاہر ہوتی ہے۔ ایک تو اس طرح کہ جس قوم کی مدد اور نصرت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا ہو۔ اس پر کوئی ایسی آفت آ پڑے جس کا علاج انسانی ہاتھوں میں نہ ہو۔ ایسی حالت میں سنت اللہ یہی ہے کہ وہ خارق عادت طور پر اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔

خواجہ برادرز جنرل مرچنٹس انارکلی لاہور نزد دھنی رام چوک
ہر قسم کا آرائشی سامان اور سولا ہیٹ کی خرید کے لئے
ایک نہایت قابل اعتماد دوکان ہے (مینیجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مثلاً بالکل ممکن ہے کہ کسی جگہ طاعون پڑے اور مخالفوں پر تباہی آجائے لیکن مومن محفوظ رہیں یا زلزلہ سے دشمن تباہ ہو جائیں مگر مومن محفوظ رہیں۔ لیکن بعض مصیبتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کے دور کرنے میں انسان کا بھی دخل ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں سنت اللہ یہی ہے۔ کہ پہلے خود قربانی کرو۔ اور اپنی قربانی کو انتہا تک پہنچا دو۔ پھر میں تمہاری مدد کو آؤں گا پس اگر تدبیر کا ساتھ تعلق ہو تو اللہ تعالےٰ کی نصرت اسی وقت آیا کرتی ہے۔ جب انسان تدبیر اختیار کر لیتا ہے۔ زیر بحث امر پہلی قسم میں سے نہیں بلکہ دوسری قسم میں سے ہے۔ کیونکہ یہ لڑائی ہے کوئی آسمانی آگ نہیں جو مومنوں سے ذرا پرے ہٹ کر جا گرے گی۔ لڑائی ہمیشہ ہاتھوں سے ہوتی ہے۔ مضبوط اور طاقتور لوگ ہاتھ سے مدد کرتے ہیں۔ اگر کوئی بیمار ہے تو وہ اس رنگ میں مدد کر سکتا ہے کہ اور لوگوں کے دلوں میں جوش پیدا کرے۔ یا علمی کام کر سکتا ہے۔ اسی طرح امیر لوگ جنگ میں روپیہ سے مدد دے سکتے ہیں اور جو غریب ہیں وہ محنت اور جفاکشی کے کام کر سکتے ہیں۔ بہرحال لڑائی ایک ایسی چیز ہے جس کے ساتھ تدبیر کا تعلق ہے چاہے وہ تدابیر مکمل ہوں یا نامکمل۔ پس ایسے معاملات میں اللہ تعالےٰ کی مدد اسی وقت نازل ہوا کرتی ہے۔ جب انسان تدابیر سے کام لے۔ اور اگر وہ تدابیر والے کاموں میں تدبیر سے کام نہ لے۔ اور محض توکل کر کے بیٹھ رہے تو سنت اللہ نہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مدد نازل نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ ایسے

جھوٹے متوکل پر خدا تعالےٰ کا غضب نازل ہوتا ہے

وہ کہتا ہے ہم نے تمہیں موقع دیا تھا کہ تم تدبیر سے کام لو مگر تم نے تدابیر سے کام لینے کی بجائے جھوٹا توکل کیا۔ جس کی سزا یہ ہے کہ اب تمہیں الٰہی مدد نہیں پہنچے گی بلکہ تم ذلت کے عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے۔ پس اسی سنت اللہ کے ماتحت ہمارا بھی ایسے موقعہ پر توکل کر کے بیٹھ رہنا اور تدابیر سے کام لینا کسی صورت

میں درست نہیں ہو سکتا۔

یہ تعجب ہے۔ ہم دین کے معاملہ میں تو توکل ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن دنیا کے معاملہ میں ہم کبھی توکل نہیں کرتے۔ کبھی کسی کا عزیز بیمار ہو جائے تو تم یہ نہیں دیکھو گے کہ وہ خاموش ہو کر گھر میں بیٹھ رہے اور کہے میں اللہ تعالےٰ پر توکل کرتا ہوں وہ خود ا بلکہ وہ فوراً دوائی لینے ... کی طرف دوڑے گا۔ وہ یہ نہیں کہے گا کہ بھلا ملیریا میرا کیا بگاڑ سکتا ہے ؟ یا ہیضہ مجھے کیا کر سکتا ہے ؟ یا طاعون مجھے کیا نقصان پہنچا سکتی ہے ؟ وہ فوراً علاج کرے گا اور ڈاکٹروں کی فیسوں پر روپیہ بھی خرچ کرے گا اور اس معاملہ میں توکل سے کام لینے کی بجائے تدبیر سے کام لے گا۔ اسی طرح تم کبھی نہیں دیکھو گے کہ کوئی لڑکا سکول میں داخل ہو تو نہ کتابیں خریدے۔ نہ پڑھائی کرے اور یہی کہتا رہے کہ اللہ مجھے پاس کر دے گا۔ میں اس پر سچے طور پر توکل کرتا ہوں۔ یا کسی کو اپنے لئے مکان کی ضرورت ہو تو نہ اینٹیں مہیا کرے۔ نہ چونا خریدے۔ نہ گارا بنوائے نہ مزدور اور معماری بلائے اور کہے کہ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں یہ ترددکروں۔ اللہ تعالےٰ خود مکان بنا دے گا۔ یا مثلاً کھانے کی ضرورت ہو تو بیوی کھانا تیار نہ کرے اور شام کو جب خاوند گھر آئے۔ اور پوچھے۔ کہ کھانا تیار ہے۔ تو وہ کہے کہ مجھے کھانا تیار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ذمہ ہر جاندار کو روزی پہنچانا ہے۔ وہ خود ہمیں کھانا پہنچائے گا اب کیا تم سمجھتے ہو کہ خاوند اس کی بات سن کر یہ کہے گا کہ میری بیوی نے بڑا توکل کیا۔ وہ یقیناً اس پر ناراضگی کا اظہار کرے گا۔ بلکہ ایک غیر تعلیم یافتہ گنوار تو کچھ تعجب نہیں کہ دو چار رسید بھی رسید کر دے۔ مگر اس قسم کا توکل ہم کو دین کے معاملہ میں فوراً یاد آجاتا ہے۔ ہم اپنی روٹی کے لئے توکل نہیں کرتے ہم اپنے مکان کے لئے توکل نہیں کرتے ہم اپنی ملازمت کے لئے توکل نہیں

کرتے۔ ہم اپنے دوسرے کاموں کے لئے توکل نہیں کرتے بلکہ تمام وہ تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ نے اس عالم اسباب میں مقرر فرمائی ہیں۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ موت اور حیات میرے اختیار میں ہے۔ ذلت اور عزت میرے ہاتھ میں ہے۔ رزق کی فراخی اور تنگی میرے ہاتھ میں ہے مگر ہم موت سے بچنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ ہم حیات کے پیدا کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں ہم ذلت سے محفوظ رہنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ ہم عزت اور ترقی کے حصول کے لئے بھی کوشش کرتے ہیں۔ ہم رزق بڑھانے اور آمدنی کو وسیع کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ گویا ہم وہ ساری تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ جن تدابیر کا اختیار کرنا دنیوی کاموں کی سر انجام دہی کے لئے ضروری ہے مگر جب دین کا سوال آجاتا ہے۔ تو ہم نہایت بے تکلفی سے کہہ دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کرے گا ہمیں اس میں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

میں ایک دفعہ لاہور سے آرہا تھا۔ یہ

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کا واقعہ

ہے۔ جس کمرہ میں میں سوار ہوا۔ اسی کمرہ میں ایک مشہور پیر صاحب بھی سوار ہو گئے انہیں مجھ سے کچھ کام تھا اور وہ مجھ سے ایک معاملہ میں مدد لینا چاہتے تھے دوران گفتگو میں انہوں نے مجھے ممنون کرنے کے لئے ایک رومال نکالا۔ جس میں کچھ میوہ بندھا ہوا تھا اور رومال کھول کر میرے سامنے بچھا دیا اور کہا کھائیے۔ وہ مجھ سے کسی احمدی کے پاس ایک معاملہ میں سفارش کرانا چاہتے تھے۔ مگر اس سے پہلے وہ پیر صاحب یہ فتویٰ بھی شائع کر چکے تھے کہ احمدیوں سے ملنا جلنا اور گفتگو کرنا بالکل حرام ہے۔ اور اگر کوئی ان سے ملے جلے یا گفتگو کرے یا ان کے جلسہ میں شریک ہو تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ جب سیالکوٹ تشریف لے گئے اور وہاں ایک جلسہ ہوا جس میں آپ نے تقریر فرمائی تو راستہ میں بڑے

بڑے مولوی ان پیر صاحب کے فتویٰ کے اشتہارات اٹھائے لوگوں کو کہہ رہے تھے کہ جو مرزا صاحب کے لیکچر میں جائیگا۔ اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ جو احمدیوں سے ملے گا۔ اس کی بیوی کو بھی طلاق ہو جائے گی۔ جو ان سے مصافحہ کرے گا اس کی بیوی کو بھی طلاق ہو جائے گی اور جو ان کے سلام کا جواب دے گا اس کی بیوی کو بھی طلاق ہو جائے گی۔ مجھے یاد ہے جلسہ میں جب لوگ جاتے۔ تو باہر بڑے بڑے مولوی کھڑے ہو کر لوگوں کو روکتے کہ اندر مت جانا ورنہ تمہارا

نکاح فسخ ہو جائے گا

اس پر کئی جوش میں آجاتے اور کہتے نکاح کا کیا ہے۔ نکاح تو سوا روپیہ دے کر پھر پڑھا لیا جائے گا۔ مرزا صاحب نے روز روز نہیں آنا ہے۔ اس لئے ہم ان کا لیکچر ضرور سنیں گے اور یہ کہہ کر وہ جلسہ میں شامل ہو جاتے۔ تو انہی پیر صاحب نے جن کا یہ فتویٰ تھا کہ احمدیوں سے ملنے اور باتیں کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ باوجود یہ معلوم ہونے کے کہ میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا لڑکا ہوں رومال بچھا کر میرے سامنے میوہ رکھ دیا اور کہا کہ کھائیے۔ مجھے اس فتویٰ کی وجہ سے ان سے یوں بھی نفرت تھی۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اس کا سامان بھی پیدا کیا ہوا تھا اور وہ یہ کہ اس روز مجھے کھانسی اور نزلہ کی شکایت تھی میوہ میں کشمش بھی تھی جس کا کھانا نزلہ کی حالت میں نزلہ کو اور زیادہ بڑھا دیتا ہے اس لئے میں نے معذرت کی اور کہا کہ آپ مجھے معاف رکھیں مجھے نزلہ کی شکایت ہے میں میوہ نہیں کھا سکتا پیر صاحب فرمانے لگے کہ نہیں کچھ نہیں ہوتا آپ کھائیں تو سہی

غیر احمدی کو تحفہ

اگر آپ دینا چاہیں تو ایک کتاب "نقل اسد" منگوا لیجئے۔ تبلیغ کے واسطے اس سے زیادہ دلچسپ کتاب آپ کی نظر سے ہرگز نہ گذری ہو گی۔ قیمت تین روپے کے بجائے ایک روپیہ ... تھوڑی سی باقی ہیں۔ اس لئے آج ہی ... کالج انگلین روڈ دہلی سے منگوائیے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں نے پھر انکار کیا کہ مجھے اس حالت میں ذرہ سی بد پرہیزی سے بھی بہت تکلیف ہو جاتی ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے جی یہ تو باتیں ہی ہیں۔ کرنا تو سب اللہ نے ہوتا ہے۔ اور وہی ہوتا ہے جو اللہ کرتا ہے میں نے کہا۔ پیر صاحب آپ نے یہ بات بہت بعد میں بتائی۔ اگر آپ لاہور میں ہی بتا دیتے تو آپ اور میں دونوں ایک نقصان سے بچ جاتے۔ کہنے لگے۔ وہ کیا۔ میں نے کہا غلطی یہ ہوئی کہ آپ نے بھی ریل کا ٹکٹ لے لیا اور میں نے بھی۔ (وہ امرتسر آ رہے تھے اور میں بٹالہ آ رہا تھا) اگر اس مسئلہ کا پہلے علم ہوتا تو نہ ہم تانگے پر کرایہ خرچ کرتے نہ ریل کا ٹکٹ مول لیتے۔ جب اللہ تعالٰے نے ہمیں پہنچانا ہی تھا۔ تو وہ آپ کو امرتسر پہنچا دیتا اور مجھے قادیان پہنچا دیتا۔ ہمیں ٹکٹ پر روپیہ خرچ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ کہنے لگے۔

تدبیر بھی تو ہوتی ہے

میں نے کہا۔ بس اسی اسباب کی رعایت کی وجہ سے مجھے بھی میوہ کھانے میں عذر تھا۔ تو جب انسان کا ذاتی سوال ہو۔ اسوقت اسے ہزاروں قسم کی تدبیریں یاد آ جاتی ہیں۔ مگر جب خدا تعالٰے کے دین کا معاملہ ہو تو انسان نہایت بے تکلفی سے کہہ دیتا ہے۔ کہ مجھے تدبیر سے کام لینے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ خود کرے گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دین کا کام اللہ تعالٰے نے ہی کرنا ہے۔ اور ہمارے کام بھی دراصل وہی کرتا ہے ہم ہزاروں کام جو کرتے اور پھر کامیاب ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالٰے کے فضل کا ہی نتیجہ ہے ہماری کسی کوشش کا خالصۃً اس میں دخل نہیں ورنہ ہمیں ہر کام میں کامیابی ہو لیکن کامیابی ہر بات میں نہیں ہوتی۔ کسی بات میں ہو جاتی ہے۔ اور کسی میں نہیں ہوتی۔ ہزاروں لڑکے محنت کر کے پاس ہو جاتے ہیں اور ہزاروں لڑکے محنت کرنے کے باوجود فیل ہو جاتے ہیں۔ ہزاروں کوشش کرتے ہیں اور انہیں عزت مل جاتی ہے۔ اور ہزاروں عزت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر وہ پہلے سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتے ہیں۔ تو تمام کام اللہ تعالٰے ہی کرتا ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جہاں تدبیر کا تعلق ہو وہاں اگر مومن تدبیر نہیں کرتا تو خدا تعالٰے کی طرف سے سزا نازل ہوتی ہے۔ اور وہ اس کی گرفت اور عذاب میں آ جاتا ہے۔

دیکھو قرآن کریم میں اللہ تعالٰے نے اس کی

ایک نہایت واضح مثال

حضرت موسٰی علیہ السلام کی قوم کی پیش کی ہے اللہ تعالٰے نے اس قوم سے یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ کنعان کی سرزمین کا اسے مالک بنا دیا جائیگا جیسے ہمارے ساتھ اللہ تعالٰے کا وعدہ ہے کہ وہ ہمیں دنیا کا حکمران اور بادشاہ بنائے گا۔ مگر اس کا علاج اللہ تعالٰے نے یہ بتایا کہ جاؤ اور جنگ کرو۔ اس جنگ کے نتیجہ میں اللہ تعالٰے تمہیں فتح دے دیگا۔ حضرت موسٰی علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو خدا تعالٰے کا یہ حکم سنایا تو انہوں نے کہا۔ اللہ تعالٰے کا ہم سے یہ وعدہ ہے۔ کہ وہ ہمیں کنعان کی سرزمین دے گا۔ وہ اپنے وعدے کو آپ پورا کرے۔ ہم اپنی جانوں کو کیوں ہلاکت میں ڈالیں۔ موسٰی اور اس کا خدا دونوں جا کر دشمنوں سے لڑیں اور جب فتح ہو جائے تو ہمیں آ کر بتا دیا جائے ہم کنعان کی سرزمین میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر جانتے ہو اس کا کیا نتیجہ ہوا۔ باوجود وعدہ کے اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ ہم نے وہ زمین ان پر چالیس سال تک حرام کر دی اور ان پر ایسی ذلت نازل کی کہ وہ تمام لوگ جنہوں نے یہ اعتراض کیا تھا۔ ایک ایک کر کے جنگلوں میں بھٹک کر مر گئے اور پھر ان کی نسلوں کے ذریعہ الٰہی وعدہ پورا ہوا۔ تو جہاں تدبیر کا تعلق ہو وہاں باوجود وعدے کے۔ باوجود الٰہی فیصلہ کے باوجود الٰہی مشیت اور ارادہ کے اسوقت تک خدا تعالٰے کی نصرت نازل نہیں ہوتی جب تک تمام کی تمام قوم قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتی۔ اور اگر کوئی قوم قربانی کے لئے تیار نہ ہو تو باوجود وعدوں کے وہ انعامات اس قوم کو نہیں دیئے جاتے۔

اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب جنگ بدر کے لئے نکلے تو کل

تین سو تیرہ صحابہ رضؓ

آپ کے ساتھ تھے۔ وہ بھی ایسے جو فنون جنگ سے ناآشنا اور ساز و سامان سے تہی دست تھے۔ صحابہ رضؓ کا پہلے یہ خیال تھا۔ کہ ہماری ایک تجارتی قافلہ سے مڈبھیڑ ہوگی مگر خدا تعالٰے نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ کہ تجارتی قافلہ سے نہیں۔ بلکہ مکہ کی مسلح فوج سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوگا۔ ان سپاہیوں سے مقابلہ ہوگا جو آزمودہ کار ہیں۔ اور ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ یہ چونکہ

پہلی لڑائی

تھی۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضؓ کو جمع کیا اور فرمایا دیکھو خدا تعالٰے کی طرف سے مجھے یہ اطلاع ملی ہے۔ کہ ہمارا مکہ والوں سے مقابلہ ہوگا۔ اس لئے میں تم سے مشورہ لینا چاہتا ہوں۔ حالات ایسے ہیں کہ ہمیں بہت زیادہ خطرات کا اندیشہ ہے اس لئے ضروری ہے۔ کہ آپ لوگوں سے مشورہ لے لیا جائے۔ ممکن ہے اللہ تعالٰے نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں مشورہ لینے کی یہ تحریک صحابہ کے ایمانوں کو ظاہر کرنے کے لئے ہی کی ہو بہر حال جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بات پیش کی تو یکے بعد دیگرے مہاجرین اپنی رائے کا اظہار کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ ہم سے کیا مشورہ پوچھتے ہیں۔ آپ ہمیں حکم دیجئے ہم لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر جب ایک مہاجر اپنی رائے کا اظہار کر کے بیٹھ جاتا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پھر فرماتے اے لوگو مجھے مشورہ دو۔ اس پر پھر کوئی اور مہاجر کھڑا ہوتا اور کہتا یا رسول اللہ مشورہ کیا پوچھتے ہیں۔ ہمیں حکم دیجئے ہم لڑنے کے لئے حاضر ہیں۔ جب وہ بیٹھ جاتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر فرماتے۔ اے لوگو مجھے مشورہ دو۔ آخر جب بار بار رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فقرہ کو دوہرایا تو انصار سمجھ گئے کہ شاید رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے۔ کہ ہم اپنی رائے کا اظہار کریں چنانچہ ایک انصاری کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ آپ کی مراد شاید ہم انصار سے ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ میری مراد تم ہی سے ہے اس نے کہا یا رسول اللہ شاید آپ کا اشارہ اس معاہدہ کی طرف ہے۔ جو ہم نے آپ کے مدینہ آنے پر کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ بات دراصل یہ تھی۔ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو انصار سے آپ کا یہ معاہدہ ہوا تھا۔ کہ اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ کرے گا۔ تو لڑائی میں انصار مہاجرین کے ساتھ شریک ہوں گے۔ لیکن اگر مدینہ سے باہر کسی دشمن کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقابلہ کرنا ہوا۔ تو انصار اسبات کے پابند نہیں ہوں گے۔ کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں۔ چونکہ اس موقعہ پر مدینہ سے باہر جنگ ہو رہی تھی۔ اس لئے آپ نے چاہا۔ کہ انصار کو ان کا معاہدہ یاد دلایا جائے اور پھر اس کے بعد وہ جو مشورہ چاہیں دیں۔ پس جب اس انصاری نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کی مراد اس معاہدہ سے ہے جو ہم نے آپ کے مدینہ آنے پر کیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ وہ کہنے لگا۔ یا رسول اللہ ہمیں اس وقت آپ کی حیثیت کا علم نہیں تھا۔ اور ہمیں معلوم نہیں تھا۔ کہ آپ کس پایہ کے انسان ہیں۔ اس لئے ہم نے لاعلمی میں ایک ایسا معاہدہ کر لیا جس میں آپ کی شان اور بزرگی کو پوری طرح ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مگر یا رسول اللہ اب تو ہم پر حقیقت کھل چکی ہے۔ اور اب ہم سمجھ چکے ہیں۔ کہ ہم پر کیا ذمہ واریاں عائد ہیں۔ سامنے سمندر تھا۔ (دو تین منزل کے فاصلہ پر۔ یہ نہیں کہ نظر آتا تھا۔) اس کی طرف اشارہ کر کے وہ کہنے لگا۔ یا رسول اللہ اگر آپ حکم دیں۔ کہ ہم اس بے کنار سمندر میں اپنے گھوڑے ڈال دیں تو ہم بغیر ہچکچاہٹ اور بغیر ایک ذرہ بھر تردد کے اپنے گھوڑے اس سمندر میں ڈالنے کے لئے تیار ہیں۔ پھر اس نے کہا۔ یا رسول اللہ اگر جنگ ہوئی تو ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ اور کوئی دشمن اُس وقت تک آپ کے پاس نہیں پہنچ سکے گا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گذرے۔ اب دیکھو انہوں نے یہ نہیں کہا۔ کہ جب خدا کا ہم سے وعدہ ہے کہ وہ ہمیں فتح دے گا۔ اور کفار پر ہمیں غلبہ عطا کرے گا۔ تو

ہماری جانوں کو کیوں خطرہ میں ڈالا جاتا ہے

بلکہ انہوں نے ہر ممکن قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ وہ اس اعتراض کو جانتے تھے۔ جو موسٰی کی قوم نے کیا۔ اور غالباً اُس انصاری نے اس خیال سے کہ ممکن ہے ہم میں سے بھی بعض کمزور ایمان والے یہ کہیں کہ جب خدا کا ہم سے فتح کا وعدہ ہے تو ہم سے جانی قربانی کا مطالبہ کیوں کیا جاتا ہے حضرت موسٰی علیہ السلام کی قوم کے واقعہ کو ہی دہرایا اور کہا یا رسول اللہ ہم موسٰی کی قوم کی طرح نہیں۔ جس نے حضرت موسیٰ ؑ سے کہہ دیا تھا۔ کہ اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون۔ جا تو اور تیرا خدا

Digitized by Khilafat Library Rabwah